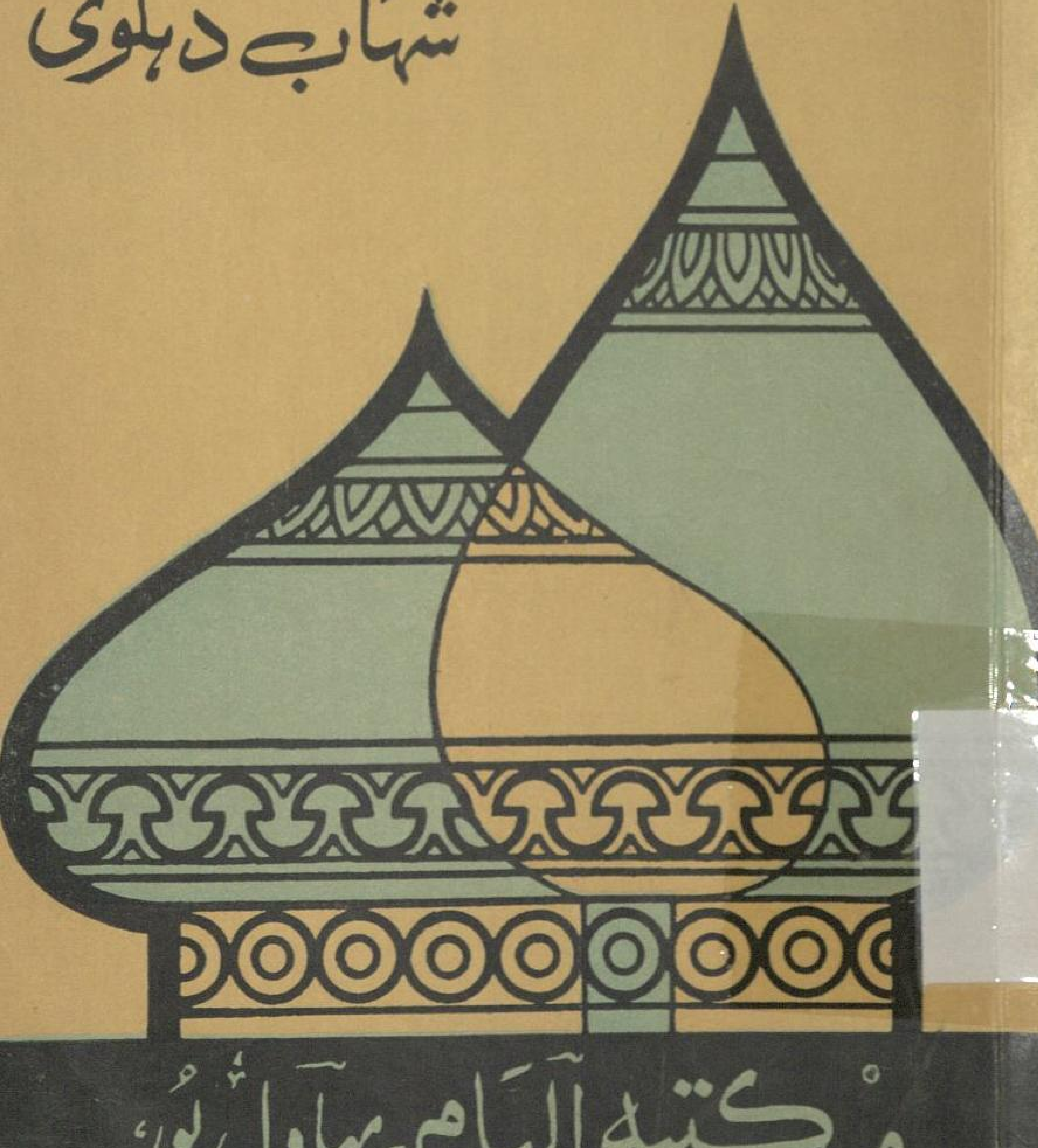
موجِ نور

شہاب دہلوی



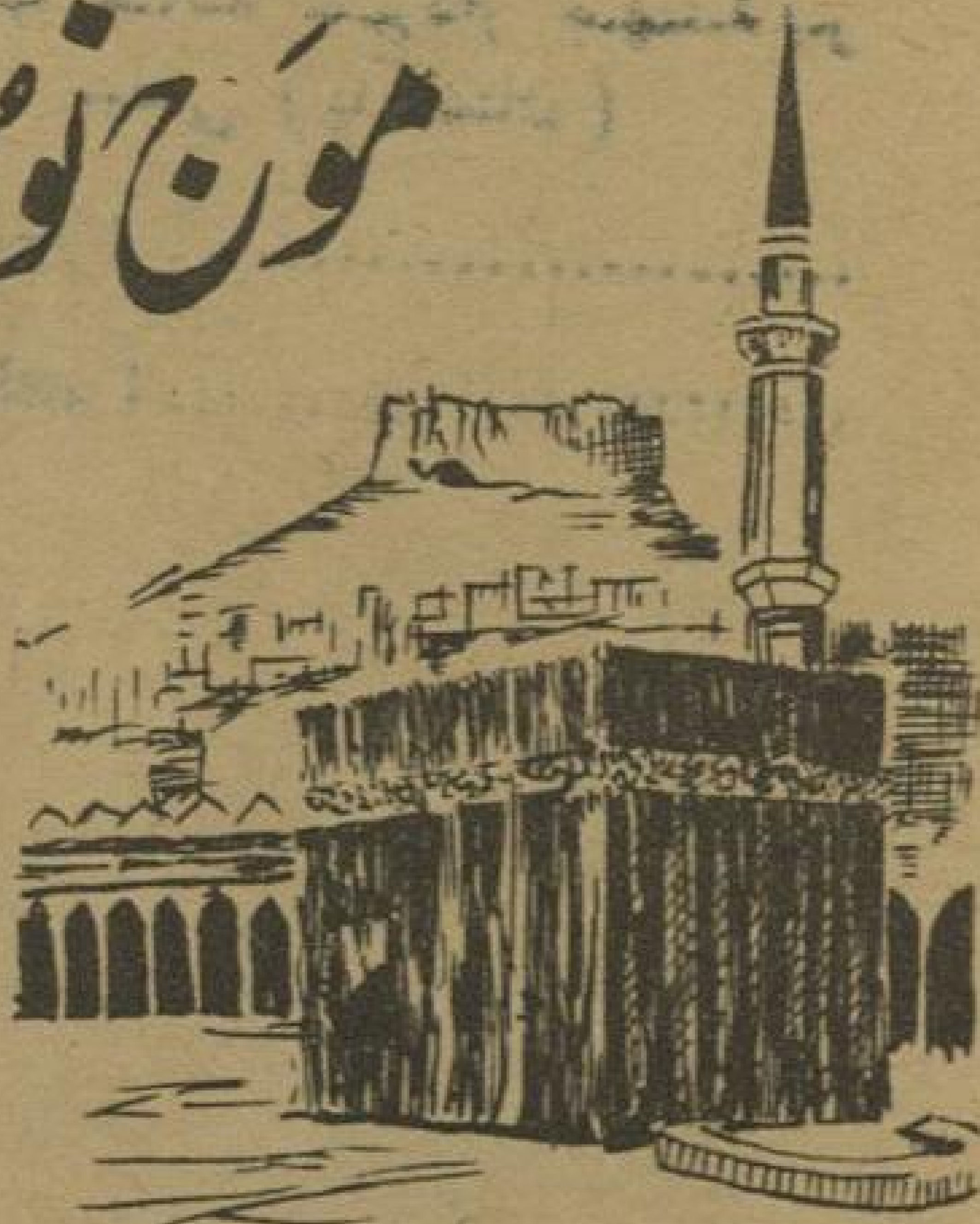
مکتبہ الہام۔ بہاولپور

محترمی مسعود احمد صاحب کی نذر

شہاب دہلوی

۲۹/۸/۷۶

موجِ نور



شہاب دہلوی

حمد ۔ نعت ۔ سلام ۔ قصائد ۔ اور ۔ مرثیے

مکتبہ الہام ماڈل ٹاؤن اے بہاولپور

ناشر......... مکتبہ الہام بہاولپور
طابع ......مکتبہ جدید پریس، لاہور
قیمت .... چھ روپے

موجِ نور

نتیجۂ فکر جناب سیّد ہاشم رضا

یہ موجِ نور مبارک ہو پاک بینوں کو
یہ موجِ نور منوّر کرے جبینوں کو
یہ صرف شعر نہیں معرفت کے ساغر ہیں
جو چاہے آئے بھرے دل کے آبگینوں کو
وہ آسمان بنیں نعت و منقبت کے طفیل
شہاب ڈھونڈ کے لائے میں جن زمینوں کو
مدینے، مکّے، نجف کربلا کی باتیں ہیں
کہ جن کی خاک ہے سرمہ مآل بینوں کو
نبیؐ و آلِ نبیؐ کی ثنا کا خرمن ہے
صلائے عام ہے، مژدہ ہو، خوشہ چینوں کو

ترتیب

تقریظ

موجِ نور

جناب سید ہاشم رضا

میں سید مسعود حسن شہاب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنا مجموعۂ کلام جو نعتیہ قصائد، سلام اور مرثیوں پر مشتمل ہے چھپنے سے پہلے مجھے بھیجدیا، میں شعر بہت کم کہتا ہوں لیکن جب کسی خاص جذبے سے متاثر ہوں تو شعر ہو جاتے ہیں، اس مجموعے کو پڑھنے کے بعد یہ پانچ شعر میرے ذہن میں آئے

یہ موجِ نور، مبارک ہو پاک طینتوں کو	یہ موجِ نور منوّر کرے جبینوں کو
یہ صرف شعر نہیں معرفت کے ساغر ہیں	جو چاہے آئے بھرے دل کے آبگینوں کو
وہ آسمان نہیں نعت و منقبت کے طفیل	شہاب ڈھونڈ کے لائے ہیں جن زمینوں کو
مدینے، مکے، نجف کربلا کی باتیں ہیں	کہ جن کی خاک ہے سرمہ مآل بینوں کو
نبیؐ و آلِ نبیؐ کی ثنا کا خرمن ہے	صلائے عام ہے، مژدہ ہو خوشہ چینوں کو

جناب شہاب سے میری ملاقات بہاولپور میں ہوئی جہاں میں نے اپنی سروس کے دو خوشگوار ترین سال گذارے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۸ء تک،

ون یونٹ بننے کے بعد بہاولپور کی ریاست اور صوبہ پنجاب کے دو ملحقہ ضلعوں یعنی مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان کو ملا کر بہاولپور ڈویژن بنا، میں بہاولپور ڈویژن کا چارج لینے کے بعد امیر بہاولپور نواب صادق محمد خاں مرحوم سے ملنے کے لئے صادق گڑھ پیلس گیا، وہ جس محبت اور شفقت

سے پیش آئے اس کا نقش اب تک میرے دل پر ہے، انہوں نے مجھے دیکھتے ہی یہ مصرعہ پڑھا

بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

میں نے جواب دیا کہ میں نے آج ہی چارج لیا ہے اور سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ میں نے آج سے پانچ برس پہلے جب میرے وزیر اعلیٰ کرنل ڈرنگ سبکدوش ہو رہے تھے حکومت پاکستان سے آپ کی خدمات کا تقاضہ کیا تھا لیکن مجھے یہ جواب ملا کہ چونکہ آپ سندھ کاڈر پر تھے اور حکومت سندھ آپ کی خدمات چاہتی تھی لہذا آپ کی خدمات بہاولپور کو سونپی نہیں جاسکتیں، میں نے بہاولپور کی فضا کو انتہائی خوشگوار پایا، میں نے وہاں اہل قلم ادیب اور شعراء کا بڑا اچھا مجمع پایا، ریاست کی سرکاری زبان اردو تھی اور ریاست کا معاشرہ اسلامی تھا وہاں روزوں میں ریسٹوراں میں پردے ڈالنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی وہاں نہ شراب خانے تھے اور نہ مخرب اخلاق کلب، وہاں نہ جوئے کے اڈے تھے اور نہ ریس کے میدان اگر تقسیم ہند سے پہلے ہی میں نے کراچی کو اپنی اقامت کے لئے منتخب نہ کیا ہوتا تو شہاب کی طرح میں بھی بہاولپور کا رخ کرتا، احباب بہاولپور نے جس طرح میری انتظامی کوتاہیوں کی پردہ پوشی کی اور میری حقیر خدمات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا اس کے لئے میں ان کا تہہ دل سے احسان مند ہوں،

جناب شہاب کی ادبی خدمات قابل قدر ہیں چند سال قبل ان کے اشعار کا مجموعہ "نقوش شہاب" کے نام سے شائع ہوا تھا، میں نے اپنی بیاض میں اس مجموعے سے یہ اشعار نقل کئے تھے

عجیب شے ہے شہاب ان کا سایۂ دیوار　　نہ جا سکا کوئی اٹھ کر یہاں قیام کے بعد

شہاب نے دہلی کے قتل عام کے بعد بہاولپور کو اپنا وطن بنایا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شعر انہوں نے سرزمین بہاولپور کے لئے کہا ہے جہاں ہندوستان کے مہاجر ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور جہاں آج بھی بنگلہ دیش کے مہاجرین کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا جا رہا ہے، ان کے دوسرے

شعر جو مجھے پسند آئے یہ ہیں۔

زمیں پہ ڈال رہے ہیں نظر حقارت سے — کہ جیسے چاند ستاروں سے آئے ہیں یہ لوگ

اس غرض کی دنیا میں حسن ساتھ کیا دیتا — عشق نے اٹھایا ہے بارِ آرزو تنہا

لبوں سے اسکے تبسم نہ کوئی چھین سکا — اسیر گردشِ دوراں رہا شہاب ہزار

بڑھ گئی اور دل کی بیتابی — اس توجہ سے بے رخی ہی بھلی

مٹے نقوش سب اک جلوۂ تمام کے بعد — کوئی بھی نام نہ یاد آیا ان کے نام کے بعد

شکستِ مہر، شکستِ وفا، شکستِ خلوص — ہر اک شکست کھلی ہے شکستِ جام کے بعد

داغِ جگر ہرے ہوئے عکسِ جمال سے — یہ پھول دھوپ کھا کے زیادہ نکھر گئے

گو خاک میں ملا کے رہی آرزوئے دوست — ہم خاک بھی ہوئے تو ہوئے خاکِ کوئے دوست

یا مجھ سے میری حسرتِ نظارہ چھین لو — یا وہ نظر بھی دو کہ تم آؤ نظر مجھے

شہاب کی نثر کی کتابوں میں "خطہ پاک اوچ" اور "خواجہ غلام فرید" بہت مقبول ہوئیں۔ جن حضرات نے ان کی ساری نگارشات پڑھی ہیں وہ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ شہاب نثر اور نظم دونوں کے مرد میدان ہیں۔ مجھے خواجہ غلام فرید سے خاص عقیدت ہے اور میں ان کے مزار پر کئی مرتبہ حاضر ہو چکا ہوں۔

۱۹۶۵ء کی جنگ سے متاثر ہو کر شہاب نے ایک طویل نظم لکھی جو کہ پانچسو اشعار پر مشتمل ہے، "کلاسک لاہور" اس اچھی نظم کے ناشر تھے۔

شہاب اردو اکیڈمی بہاولپور کے معتمد ہیں اور آج کل اکیڈمی کے رسالے "الزبیر" کی ادارت کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ "موجِ نور" پڑھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بہاولپور، خواجہ فرید اور شعر و ادب کے معاملے میں ان کی اور میری ذہنی Wave

LENGHT ایک ہے، اس کا ثبوت یہ اشعار ہیں جنہیں بار بار پڑھ کر میں نے لطف اٹھایا،

معرفت الٰہی :

کوئی گوشہ نہیں ایسا کہ جہاں نور نہ ہو
صحنِ گلشن ہو خیاباں ہو کہ ہو دشت و جبل

ہے مناظر میں ترا عکسِ جمال
سب میں رہ کر بھی ماورا تو ہے

سب میں تحریک زندگی تجھ سے ہے
انقلابات کی ہوا تو ہے

جو آہ لب پہ آئی بنی داستانِ شوق
جو دل میں رہ گئی وہ مناجات ہو گئی

کس طرح ہو تلافیٔ مافات اے شہابؔ
دن زندگی کے میری ضرورت سے کم رہے

افضل ترین ذکر ذکرِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے،
شہابؔ کے یہ نعتیہ اشعار کیا خوب ہیں،

عجیب تھی بادۂ عشقِ نبیؐ کی سرجوشی
رہے زمین پہ ہم لیکن آسماں کی طرح

غلام ہم بھی ہیں انکے بلال کی صورت
ہمارے دل کی بھی ہیں دھڑکنیں اذاں کی طرح

بیانِ سرورِ کونینؐ کے مقابل میں
حقیقتیں نظر آئی ہیں داستاں کی طرح

یوں جلوہ بار دل ہے شہابؔ انکے ذکر سے
سرکار جیسے آج مرے گھر میں آ گئے

آئی جو روشنی تو اندھیرے سمٹ گئے
جس دل میں ان کی یاد ہو کیوں اسمیں غم رہے

حدیثِ رسولؐ "انا مدینۃ العلم وعلی" بابہا، کی تفسیر شہاب کی زبانی سنئے۔

وہ بابِ علم بھی ہے علم کا خزینہ بھی
وہ مہرِ ختمِ نبوت کا ہے نگینہ بھی

وہ اوجِ ملتِ اسلام کا ہے زینہ بھی
ملا ہے دل بھی محمدؐ سے اسکا سینہ بھی

ہے بوئے عشقِ محمدؐ سے تر پسینہ بھی
وہ جس طرف سے بھی گذرا اُدھر مہک آئی

شہاب دہر میں کچھ کام ایسا کر جاؤں عجب ہی کیا ہے کہ اس طرح سے سنور جاؤں
علی کے نام پہ گر ہو سکے تو مر جاؤں جو آئے دشمنِ شیرِ خدا بپھر جاؤں
میں اور اہلِ خوارج کے شر سے ڈر جاؤں
کہ ہوں قلندری و حیدری و مولائی

عشقِ مولا نے دیا ہے مجھے جذبِ بیباک میں ہوں بے خوف مجھے نادِ علی ہے ازبر
وہ ہے ممدوح مرا جسکا ہے مداح رسولؐ اسکا بندہ ہوں جو بندوں میں ہے سب سے برتر
وصیِ ختمِ رسل، ہمنفسِ رحمتِ کل جسکا ثانی ہے کوئی اور نہ جس کا ہمسر
باریابی کا شرف مجھ کو عطا ہو جو شہاب نقدِ جاں نذر کروں شاہِ نجف کے در پر

کیسے نہ کوئی اس کی کرے قدر و منزلت آغوش میں رسولؐ کے پائے جو تربیت
جس پر کھلا ہو پہلے پہل بابِ معرفت علم و عمل کی زیرِ نگیں جس کے سلطنت
جو بحرِ سخن نکتہ ور و نکتہ رس بھی ہے
داماد بھی ہے بھائی بھی ہے ہمنفس بھی ہے

وہ وجہِ استقامتِ ملت ہے آج بھی نام اس کا حوصلہ کی علامت ہے آج بھی

انسانیت تو سر بگریباں ہے آج بھی خونِ وفا کا رنگ نمایاں ہے آج بھی
ہر دل خیالِ جرم سے لرزاں ہے آج بھی طوفاں کی زد پہ کشتیِ ایماں ہے آج بھی
مشکل ہے وقت کیوں نہ کہوں یا علی مدد
بارِ الم سے سر ہے نگوں یا علی مدد

سیّد الشہدا امام حسینؑ کی بارگاہ میں جن کے لئے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ حسین منی و انا من الحسین شہاب نے کیسے گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔

نہ سر کٹاتے تو اسلام کس طرح بچتا　　رضا خدا کی حقیقت میں تھی رضائے حسینؑ
شریکِ کرب و بلا سارا خاندان ہوا　　اس امتحاں کی کسے تاب تھی سوائے حسینؑ

شہابؔ ذوقِ عمل کی فقط ضرورت ہے
جبینِ دہر پہ روشن ہیں نقشِ پائے حسینؑ

حسینؑ عزم کی تصویر پاسبانِ حرم　　حسینؑ صبر کا پتلا حریفِ جاہ و حشم
حسینؑ حلم کا پیکر حسینؑ تیغِ دو دم　　حسینؑ بحرِ سخاوت حسینؑ اسیرِ ستم

حسینؑ ہی نے رکھا دینِ مصطفیٰؐ کا بھرم
حسینؑ ہی کی ضرورت تھی کربلا کیلئے

دھارا فروغِ زیست کا موجِ فنا میں تھا　　پیغمبرِ سکوں رہِ کرب و بلا میں تھا
یہ کس نے دی اذان سرِ دشتِ کربلا　　سجدے میں زیرِ سایۂ شمشیر کون ہے

نذرِ رہِ خدا کیا سر کو حسینؑ نے
خارج لغت سے کر دیا ڈر کو حسینؑ نے

امامِ عالی مقام کے سجدۂ آخر اور سنگدل شمر کے خنجر کا نقشہ شہابؔ نے کس چابکدستی سے کھینچا ہے

ہر گوشۂ بساط تباہی میں آگیا　　سورج گہن میں چاند سیاہی میں آگیا

شہابؔ نے اپنے تینوں ممدوحوں کی تفصیل ایک شعر میں کس اجمال سے کی ہے،

احمدؐ، علیؑ، حسینؑ، کہو بات ایک ہے
شکلیں الگ الگ ہیں مگر ذات ایک ہے

جس طرح مداحِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میر انیس اعلی اللہ مقامہٗ کی یہ دعا قبول ہوئی۔

جب تک کہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیم سخن میرے قلمرو سے نہ جائے

میرا عقیدہ ہے کہ اسی طرح شہاب کی یہ دعا ان کے ممدوحوں کے صدقے میں قبول ہوئی

عرضِ سخن کے واسطے تاثیر دے مجھے
اے کارساز قوتِ تحریر دے مجھے

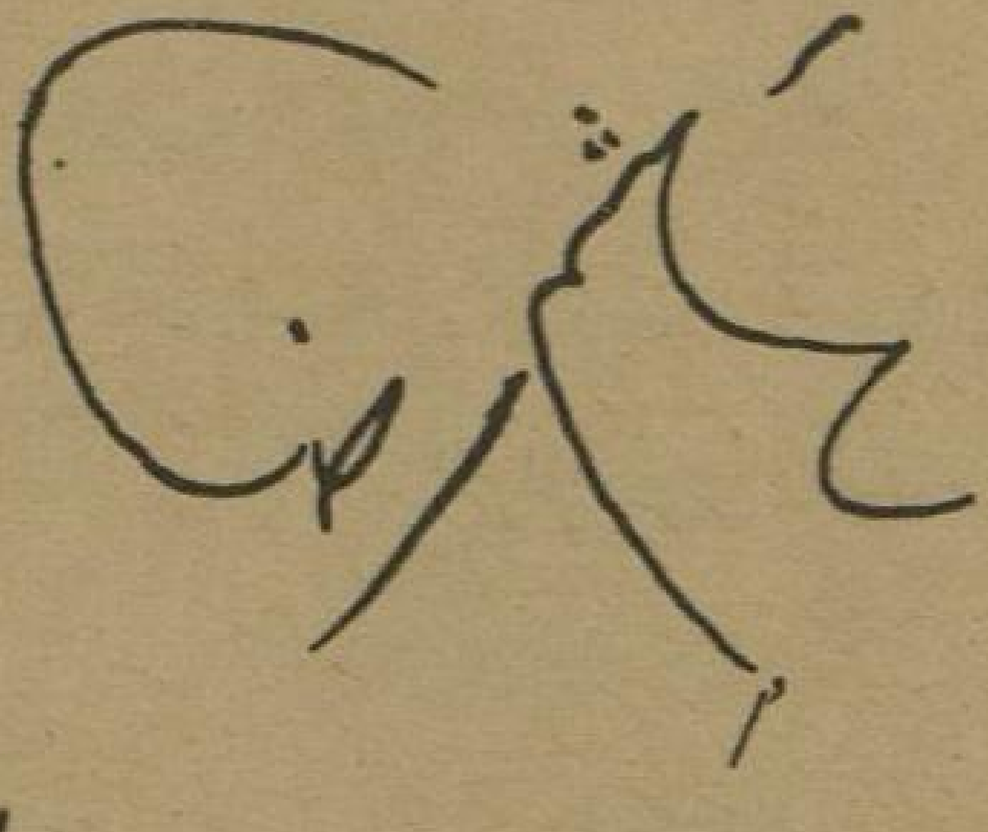
شہاب کے مندرجہ ذیل اشعار میں تعلّی نہیں بلکہ حقیقت بیان کی گئی ہے،

نعت گوئی نے مری بخشش کا ساماں کردیا

شہاب کیوں نہ بلندی ہو میرے شعروں میں — کہ آسمان سے نسبت ہے ان زمینوں کو
حسنِ خیال بھی ہے حسیں ہے بیان بھی — لفظوں میں کر و فر بھی ہے اور آن بان بھی
غم کے معاملات میں اونچی ہے شان بھی — ہے ترجمانِ قلبِ سخن کی زبان بھی

ذکرِ جمیل وجہِ جمالِ سخن ہے آج
فکرِ بلیغ روحِ بہارِ چمن ہے آج

میری دعا ہے کہ شہاب کا چمنِ نثر و نظم ہمیشہ شاداب رہے،



'ہماری منزل'، کراچی،
جمعہ، ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء



برسبیل تذکرہ

عموماً شاعری کے محور عوام ہوتے ہیں یا پھر اپنی ذات یعنی شاعر یا تو دوسروں کی تفریحِ طبع اور حظ و کیف کا سامان کرتا ہے یا اپنی جمعیتِ خاطر اور تسکینِ قلب کی صورت پیدا کرتا ہے. میں بھی گذشتہ ۳۶ سال تک انہی دائروں میں محصور رہا اور سچ پوچھئے تو اس عرصہ میں جو کچھ بھی کہا تحصیلِ حاصل سے زیادہ نہیں تھا. سوچتا تھا کہ اگر خوشنودیٔ خدا کو بھی شعر گوئی کے مقاصد میں شامل کیا ہوتا تو اس سے کم از کم عاقبت کا سامان تو فراہم ہو سکتا تھا ویسے بھی حقوق العباد کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک حقوق اللہ ادا نہ کئے جائیں لہذا اسی جذبہ کے تحت اب میں نے غزل و نظم کے ساتھ ساتھ نعت و منقبت کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے اور ان متبرک و مقدس ہستیوں کے ذکر سے اپنے کلام کو مزین کرنے کی کوشش کی ہے جن کی تعریف و توصیف خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے.

اس مقصدی شاعری میں نعت سب سے زیادہ مشکل صنف ہے. جس پاک ہستی کا خدا خود مداح ہو اس کی تعریف کا حق انسان کیا ادا کر سکتا ہے. اس راہ میں حزم و احتیاط اور ادب و احترام بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ خدائے بے نیاز اپنے خلاف تو دریدہ دہنی کی بھی پروا نہیں کرتا لیکن اپنے محبوبؐ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی اسے ہرگز گوارا نہیں. جبھی تو کہا گیا ہے.

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

بہر حال اس دشوار گذار راہ میں اس امید پر قدم رکھا ہے کہ اگر بلالِ حبشی کی تتلاہٹ قبولیت

کی سند بن سکتی ہے تو کیا عجب ہے کہ میرے ٹوٹے پھوٹے اشعار بھی جن میں عقیدت و محبت کے سوا کچھ نہیں مقبولِ بارگاہِ خیرالانام ہو جائیں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

محبوبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدحت و ثنا کے لئے میں نے جن نفوسِ قدسیہ کو چنا ہے انمیں ایک تو امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغارب حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی ذاتِ اقدس ہے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من کُنت مولاہُ فعلیؓ مولا

دوسری شخصیت حضرت حسین علیہ السلام کی ہے جن کے بارے میں رحمت اللعالمین نے الحسین منی و انا من الحسین فرما کر ہر مسلمان پر ان سے محبت و عقیدت کو فرض قرار دے دیا ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ انہی پاک ہستیوں کے فضائل و مناقب میں نعت و قصائد۔ سلام و منقبت اور مرثیوں پر مشتمل ہے جس سے مقصود اظہار کمال نہیں بلکہ اظہار عقیدت و سپاس ہے۔ میں نے توشۂ آخرت کے طور پر انہیں مرتب کر کے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اللہ رب العزت کی شانِ کرم سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ بہ طفیلِ محمدؐ میرے اس حقیر نذرانے کو شرفِ قبولیت سے نوازے گا۔

شہاب دہلوی

حمد باری تعالیٰ

ازازل تا ابد خدا تو ہے
ابتدا تو ہے انتہا تو ہے

ایک جگنو سے لے کے سورج تک
چشمۂ نور ہے ضیا تو ہے

تیری قدرت سے روز و شب کا ظہور
ہر نظارے میں رونما تو ہے

بحر و بر ہوں کہ آسماں ہو زمیں
ہر طرف تو ہے جا بجا تو ہے

ہے مناظر میں تیرا عکسِ جمال
سب میں رہ کر بھی ماوراء تو ہے

ہر دلِ مضطرب میں ہے موجود
مرکزِ عرض و التجا تو ہے

تجھ سے رحم و کرم کی سب کو امید
سر بسر بخشش و عطا تو ہے

سب میں تحریکِ زندگی تجھ سے
انقلابات کی ہوا تو ہے

کس کے در پر شہاب دے دستک
بے سہاروں کا آسرا تو ہے

تیری رحمت کے طلبگار ہیں ہم خاک نشیں

پھر شبِ تار نے پھونکا ہے فضاؤں میں فسوں
پھر ہیں ماحول پہ پھیلے ہوئے آثارِ زبوں

پھر ہواؤں میں ہے طوفانِ بلاخیز کا رنگ
پھر نظر آتے ہیں اڑتے ہوئے لمحاتِ سکوں

پھر ہے دنیائے خیالات میں ہیجان بپا
پھر دلِ زار پہ مارا ہے غموں نے شب خوں

پھر گلستاں کی طرف برقِ جہندہ کا ہے رخ
خرمنِ امن کو ہے پھر خطرِ گوناگوں

پھر تموج میں ہے حالات کا دریائے عمیق
قلعۂ فکر و نظر کے متزلزل ھیں ستوں

پھر ہیں غرقِ مئے آلام و حوادث مے نوش
پھر سوئے میکدہ ہے گردشِ چرخِ وارژوں

مرحلے غور و تجسس کے پھر آئے درپیش
اہل ہوش و خرد و عقل کے پھر سر ہیں نگوں

سوچتا ہوں کہ نمایاں کردں جذباتِ نہاں
دیکھتا ہوں کہ نگاہوں کی حدوں تک ہے دھواں

چاہتا ہوں کہ نشیمن نہوں نذرِ آتش
دیکھتا ہوں کہ ہے ہر نخلِ چمن شعلہ بجاں

دل یہ کہتا ہے کہ تھم جائے غموں کی آندھی
آنکھ یہ دیکھ رہی ہے کہ فزوں ہے طوفاں

آرزو ہے کہ چمن ہو خس و خاشاک سے پاک
گوشۂ ذہن پہ ہے یاس مگر سایہ کناں

دل تمناؤں کی دنیائے سکوں بخش میں گم
عقل اندیشہ و وسواس میں غلطاں پیچاں

دیکھتا ہوں کہ تباہی کے نشاں ہیں ہر سمت
سوچتا ہوں کہ ہو کس طرح تلافیٔ زیاں

جذبۂ دل کا تقاضا کہ بہاؤں آنسو
علم کہتا ہے کہ ہے صبر ہی اصلِ ایماں

اے خداوندِ جہاں خالقِ افلاک و زمیں
اے رفیقِ غربا مونسِ ہر قلب حزیں

تو کہ ستّار بھی غفّار بھی رحمان بھی ہے
تیرے الطاف و عنایت کی کوئی حد ہی نہیں

تو جو چاہے تو سفینے کو کنارا مل جائے
تو اگر چاہے تو پائے دلِ مضطر تسکیں

دوڑ سکتا ہے لہو ذرّوں میں قدرت سے تری
تیری رحمت کے طلبگار ہیں ہم خاک نشیں

یہ نہ دیکھ اہلِ خطا کی ہیں خطائیں کیا کیا
دیکھ کس در پہ خطا کاروں نے خم کی ہے جبیں

قوم آسودۂ منزل ہو ملے دل کو سکوں

تیرگی دور ہو رستے سے، جلے شمعِ یقیں

مشکلیں ختم ہوں دنیا میں سرافراز رہیں

تیرے محبوب کے خادم تیرے قرآں کے امیں

لخت لخت

امید کی ہر شمع فسردہ ہوئی روشن
آئی جو ہوا دامنِ یزداں کیطرف سے

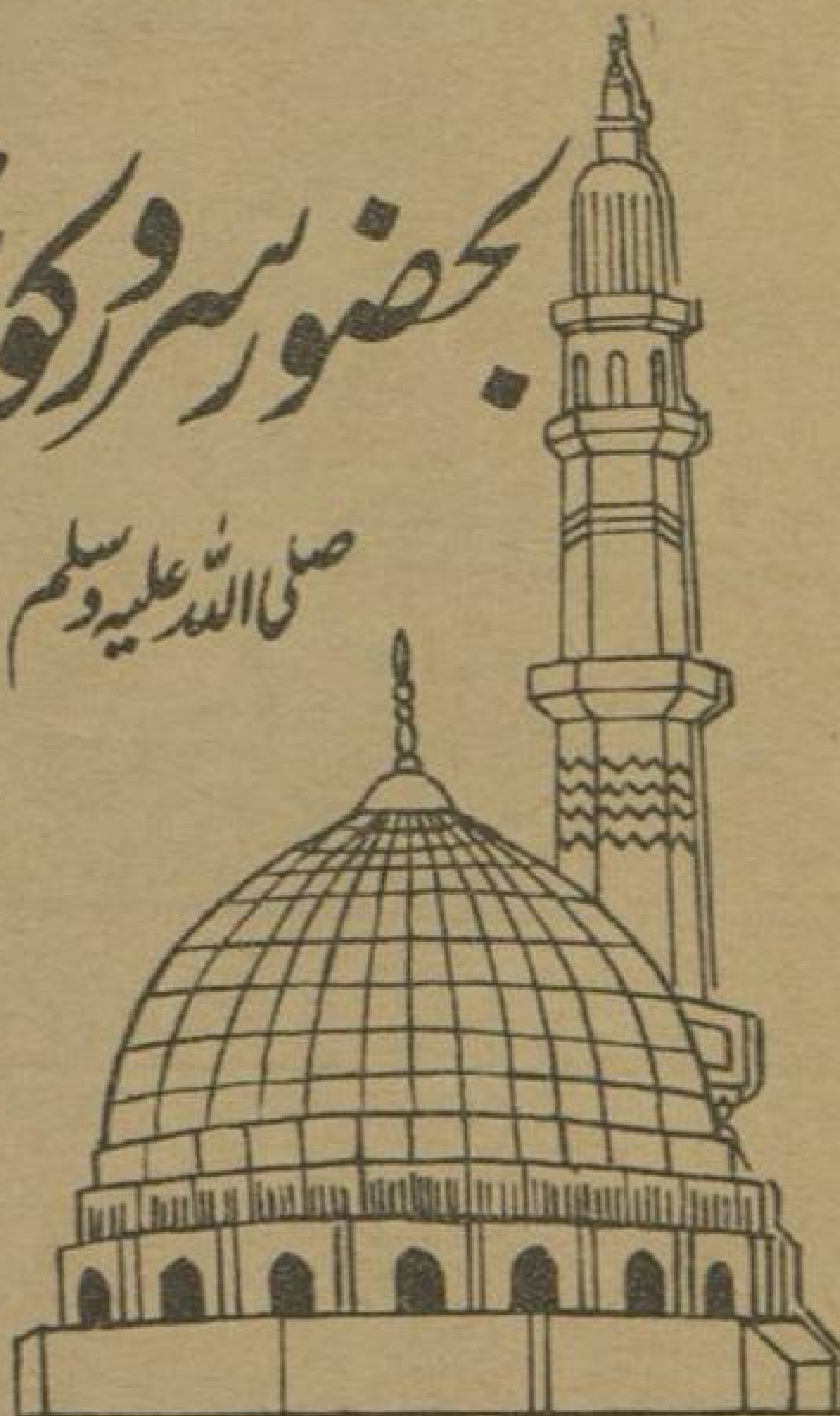
حیراں ہوں الٰہی کہ شریکِ شبِ فرقت
لے دیکھے تری ذات ہے معلوم نہیں کیوں

طوفان کے تھپیڑے ہمیں کیا ڈبوئیں گے
جنکے خدا ہو ساتھ انہیں ناخدا سے کیا

ہم اور آپ سے بالا ہے تری ذات وحید
کیا ہے سب نے تجھے انتخاب "تو" کیلئے

بحضور سرورِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم



لیں نام محمد تو کہیں صلی علیٰ بھی

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

پڑھی جو نعت میں رنگینیٔ بیاں کی "طرح"
سخن میں آگئی رعنائیٔ کہکشاں کی طرح

عجب تھی بادۂ عشقِ نبیؐ کی سرجوشی
رہے زمین پہ ہم لیکن آسماں کی طرح

بسیط جس کی ہدایت کے نور کا چشمہ
محیط اس کا کرم ابرِ زر فشاں کی طرح

مسافرانِ رہِ عشق کے لئے وہ ذات
وفا کے دشت میں ہے میر کارواں کیطرح

خیال اس کا رہا وجہِ انبساط و طرب
حریمِ دل میں رہا یارِ مہرباں کی طرح

غلام ہم بھی ہیں ان کے بلال کی صورت
ہمارے دل کی بھی ہیں دھڑکنیں اذاں کی طرح

وہاں ہمیشہ ہے انوارِ ایزدی کا ہجوم
نہیں ہے طور بلند ان کے آستاں کی طرح

بیانِ سرورِ کونینؐ کے مقابل میں
حقیقتیں نظر آتی ہیں داستاں کی طرح

شہابؔ ذکرِ محمدؐ کا یہ تصرف ہے
مہک رہے ہیں مضامین گلستاں کی طرح

تیرگی میں روشنی کا حق نے ساماں کر دیا
دہر میں شمعِ رسالت کو فروزاں کر دیا

کس قدر ہے زیست ساماں ذکرِ محبوبِ خدا
ایک صحرائے تخیّل کو گلستاں کر دیا

خاکساروں کو عطا کی بادشاہی آپ نے
بوریئے کو ہمسرِ تختِ سلیماں کر دیا

آدمی تھا آدمیت پر سراسر اتہّام
آپ نے ذرّے کو خورشیدِ درخشاں کر دیا

ماورائے عقل تھا شق القمر کا واقعہ

عرش پر جا کر جہاں کو اور حیراں کر دیا

آپ کے رحم و کرم کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں

آپ نے دشمن کو بھی ممنونِ احساں کر دیا

حق تو کیا ہوتا ادا مدحِ رسالت کا شہابؔ

نعت گوئی نے مری بخشش کا ساماں کر دیا

حضور سب پہ کرم بار ایک جیسے ہیں
عطائے خاص کے معیار ایک جیسے ہیں

سخا میں آپ کے کردار ایک جیسے ہیں
نگاہ کے بھی طلب گار ایک جیسے ہیں

ہر ایک کے لئے یکساں ہو دولتِ دیدار
جو لوگ ہیں پسِ دیوار ایک جیسے ہیں

بُرے ہوں یا ہوں بھلے ہیں انہی کے حلقہ بگوش
نظر میں جن کی گل و خار ایک جیسے ہیں

جہاں فرشتے بھی ہیں سجدہ ریز اس کے سوا
حجاز کے درو دیوار ایک جیسے ہیں

چراغِ راہ ہے ایک ایک جانشینِ نبیؐ
یہ چاروں دین کے مینار ایک جیسے ہیں

دیارِ پاک میں پہنچے ہیں نقدِ جاں لے کر
یہ رحمتوں کے خریدار ایک جیسے ہیں

نبیؐ کی چشمِ کرم سب کے واسطے ہے شہابؔ
خطا شعار و خطا کار ایک جیسے ہیں

کیوں نہ اس کے آستاں پر ہم جبیں سائی کریں
جس کی خاک پاک کے ذرّے عرش پیمائی کریں

کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے اس کی شان کا
بادشہ جس کے غلاموں کی پذیرائی کریں

ہوں زیارت کی سعادت سے مشرف گر کبھی
نورِ محبوبِ خدا کو جزوِ بینائی کریں

شمعِ عشقِ مصطفےٰ ہر گوشۂ دل میں جلے
ہو سکے تو یوں علاجِ دردِ تنہائی کریں

چھائی ہیں جن کے دلوں پر جہل کی تاریکیاں
شمعِ عشقِ مصطفےٰ سے بزم آرائی کریں

ہے یہ حسرت جاں بلب جائیں مدینے کی طرف
ان کی خاکِ پا کریں حاصل، مسیحائی کریں

ہو اگر جوشِ عقیدت رہنما اپنا شہاب
آستانِ پاک پر جا کر جبیں سائی کریں

حاصلِ سعی و طلب دیدۂ غمناک میں ہے
پھر بھی نظارے کا ارماں دلِ صد چاک میں ہے

پھینک دے سوئے درِ شاہِ مدینہ مجھ کو
گردش ایسی بھی کوئی گردشِ افلاک میں ہے

ہر غمِ دہر سے بیگانہ و غافل کر دے
وہ نشہ بادۂ عشقِ شہِ لولاک میں ہے

وجہِ تخلیقِ دو عالم ہیں رسولِ عربی
وہ فقط وہم ہے جو بھی حدِ ادراک میں ہے

خاکِ بطحا سے ملائیک بھی سرافراز ہوئے
یعنی اکسیر کی تاثیر بھی اس خاک میں ہے

عشق میں مست بھی ہیں، ہجر میں بیتاب بھی ہیں
غم کا پیوند بھی تسکین کی پوشاک میں ہے

سجدۂ شوق میں کیوں تجھ کو تامل ہے شہابؔ
کامیابی تو نہاں جذبۂ بیباک میں ہے

طلب مدینے کی ہے جستجو مدینے کی
اب آرزو ہے تو اک آرزو مدینے کی

وہی رکھے گا مرے شہرِ آرزو کا بھرم
کہ جس کے روضے سے ہے آبرو مدینے کی

سکونِ قلب کا پہلو نکل ہی آتا ہے
کسی بھی رخ سے کریں گفتگو مدینے کی

فضائے قدس نہ دنیائے دوں میں اسکی مثال
الگ ہے تازگیٔ رنگ و بو مدینے کی

مجھے بھی گردشِ شام و سحر اُدھر لیجائے
جدھر ہو گردشِ جام و سبو مدینے کی

قدم قدم پہ ہے سجدہ نفس نفس ہے درود
شہابؔ راہ میں ہو سرخرو مدینے کی

جب اشک یادِ شافعِ محشر میں آ گئے
طوفان رحمتوں کے سمندر میں آ گئے

گلزارِ زندگی کو بہار آشنا کیا
بن کر "وہ" رنگ گل کے مقدر میں آ گئے

دیکھا جو عاشقوں کو تڑپتا شبِ فراق
غمخوار بن کے وہ دلِ مضطر میں آ گئے

ملتی کہاں سے سارے زمانے کو روشنی
عکس ان کے حسن کے شہِ خاور میں آ گئے

جب فرش سے فلک پہ کیا آپ نے سفر
مہتاب اور نجوم بھی چکر میں آ گئے

اک میکدے نے بند کئے سارے میکدے
نشّے تمام ایک ہی ساغر میں آ گئے

یوں جلوہ بار دل ہے شہاب ان کے ذکر سے
سرکار آج جیسے مرے گھر میں آ گئے

اب چاہے تو ہو دور مصائب کی گھٹا بھی
وہ شافعِ محشر بھی ہے محبوبِ خدا بھی

ہے نعتِ نبیؐ اُن کی توجہ کا ہی صدقہ
افکار و خیالات کو ملتی ہے جِلا بھی

آدابِ محبت کا تقاضا تو یہی ہے
لیں نامِ محمدؐ تو کہیں صلِّ علیٰ بھی

الفت شہِ بطحا کی بدل دیتی ہے دنیا
ملتا ہے اسی در سے وفاؤں کا صلہ بھی

گلیوں سے مدینے کے نکلتی نہیں باھر

ہے مستِ مئے عشقِ نبیؐ بادِ صبا بھی

عرفان ہو اس کا جسے، عرفانِ خدا ہو

وہ قبلہ بھی ہے اور وہی قبلہ نما بھی

کب دیکھئے ہوتی ہے شہابؔ ان کی توجہ

آنسو بھی ہیں آنکھوں میں مرے لب پہ دعا بھی

جب تک امیدِ دید ہے آنکھوں میں دم رہے
اتنا تو ہم پہ شاہِ مدینہ کرم رہے

وہ خوش نصیب تھے جنہیں منزل ہوئی نصیب
ہم خاکِ رہگزارِ دیارِ حرم رہے

اس سرزمیں کو عرش سے کیوں ہو نہ ہمسری
جس سرزمیں پہ آپ کے نقشِ قدم رہے

جاؤں میں ان کے در پہ مرادیں مجھے ملیں
سر میرا مثلِ شاخِ ثمردار خم رہے

آئی جو روشنی تو اندھیرے سمٹ گئے
جس دل میں ان کی یاد ہو کیوں اس میں غم رہے

کتنا حسین خیال دیارِ حرم کا تھا
جنت کی مسکراتی بہاروں میں ہم رہے

کس طرح ہو تلافیٔ مافات اے شہابؔ
دن زندگی کے میری ضرورت سے کم رہے

باہر ہے دسترس سے بہارِ عرب ابھی
شائد ہے ناتمام جنونِ طلب ابھی

چھایا ہوا ہے یاس کا افسوں امید پر
ہے رات کی گرفت میں صبحِ طرب ابھی

اب تک جو التفات کے قابل نہیں ہے تو
کر خود کو اور وقفِ الم روز و شب ابھی

کوئی نویدِ دید کوئی مژدۂ بہار
نا آشنائے ذوقِ تبسم ہیں لب ابھی

طرزِ بیاں میں سوزِ دروں بھی تو چاہیئے
آیا نہیں ہے عرضِ تمنا کا ڈھب ابھی

اس در پہ حاضری کا ملے گا وہیں سے حکم
یہ اضطرابِ دل ہے مگر بے سبب ابھی

اب ان کی راہِ شوق میں یہ حال ہے شہابؔ
گریاں ابھی ملول ابھی خندہ لب ابھی

جہاں میں کون ہے حامی ہمارا یارسول اللہ
پکارا آپ کو جب بھی پکارا یارسول اللہ

ملے گا ہم کو جو کچھ بھی ملے گا آپ کے در سے
سہارا آپ کا ہے بس سہارا یارسول اللہ

شبِ یلدا ہے موجِ غم ہے طوفانِ حوادث ہے
نظر آتا نہیں کوئی کنارا یارسول اللہ

جھپکتی ہیں مری آنکھیں نہ مجھکو نیند آتی ہے
ازل سے ہوں میں مشتاقِ نظارا یارسول اللہ

ابھی تقدیر کا ڈوبا ہوا تارا ابھر آئے
اگر چشمِ کرم کا ہو اشارا یا رسول اللہ

اگر مجھ کو لحد میں آپ کا دیدار ہو جائے
تڑپ کر زندہ ہو جاؤں دوبارا یا رسول اللہ

وہ اپنے نام لیواؤں پہ کرتے ہیں شہابؔ احساں
مدد کو آ گئے جس نے پکارا یا رسول اللہ

یادِ نبیؐ میں صرف اگر رات ہو گئی
کافورِ تیرگئ خیالات ہو گئی

مدت سے خشک تھیں مری آنکھوں کی وادیاں
آیا جو ذکر ان کا تو برسات ہو گئی

جو آہ لب پہ آئی بنی داستانِ شوق
جو دل میں رہ گئی وہ مناجات ہو گئی

ہوتا نہیں طلوع امید دل کا آفتاب
کتنی طویل ہجر کی یہ رات ہو گئی

اے شاہِ ذی وقار نظر التفات کی
ملت اسیرِ گردشِ آفات ہو گئی

تسکین سے نوازیے مشکل کشا ہیں آپ
تسکین از قبیلِ محالات ہو گئی

اب میں ہوں اور نعتِ رسالت پناہ شہابؔ
گنجائشِ تلافئ مافات ہو گئی

جہاں ذکرِ خیر الانام آگیا ہے
وہاں رحمتوں کا پیام آگیا ہے

پڑے ماند جس کی چمک سے ستارے
وہ گردوں پہ ماہِ تمام آگیا ہے

جھکی ہے جبیں خود بخود عاشقوں کی
جہاں بھی ادب کا مقام آگیا ہے

اٹھی ہے مری سمت بھی چشمِ ساقی
مقدر میں میرے بھی جام آگیا ہے

ہوا ہے فزوں برکتوں کا اجالا
محمدؐ کا لب پر جو نام آگیا ہے

زمانے کو فرصت ملی گردشوں سے
قرینے پہ سارا نظام آگیا ہے

شہابؔ ان کے در تک ملا ہے اجالا
چراغِ یقین میرے کام آگیا ہے

جھوم اٹھا دل کہ مدینہ آیا
لبِ ساحل یہ سفینہ آیا

اپنی حسرت کا کیا میں نے طواف
جب کبھی حج کا مہینہ آیا

سبز گنبد کی طرف جب آئے
چاند سورج کو پسینہ آیا

جب کشش لے گئی اس در کی مجھے
جان دینے کا قرینہ آیا

پشت پر مہرِ نبوت کی یہ شان
جیسے خاتم میں نگینہ آیا

دل میں ہے عشقِ محمدؐ کا ظہور
علم یہ سینہ بہ سینہ آیا

دیکھی جب رفعتِ کردار نبیؐ

سامنے عرش کا زینہ آیا

ان کی یاد آئی مدد کی خاطر

جب بھی طوفاں میں سفینہ آیا

جان دینے کو تڑپ اٹھا شہابؔ

جب تصور میں مدینہ آیا

کھلی جن کی قسمت مدینے چلے
مٹی جن کی نکبت مدینے چلے

تڑپتے تھے جو ہجر میں رات دن
وہ اہلِ محبت مدینے چلے

جنہیں مژدۂ باریابی ملا
بہ فرطِ مسرت مدینے چلے

کھُلا بابِ مہر و عنایت کھلا
چلے اہلِ حاجت مدینے چلے

سہارا ہے بس عاصیوں کا یہی
جو چاہے شفاعت مدینے چلے
برستی ہے رحمت وہاں سر بسر
چلے ساری خلقت مدینے چلے
شہابِ حزیں آہ بھرتا رہا
رہی دل میں حسرت مدینے چلے

دمِ صبح حسنِ کلام اللہ اللہ
محمدؐ کا لب پر ہے نام اللہ اللہ

بہ فرطِ عقیدت قیام اللہ اللہ
درود اللہ اللہ سلام اللہ اللہ

فروزاں تھا کیا بادۂ عشقِ احمد
بدل دی ہے تاثیرِ جام اللہ اللہ

شفاعت کا وعدہ ہدایت کا ذمہ
کرم ہائے خیر الانام اللہ اللہ

زہے عظمتِ بارگاہِ رسالت

جھکا عرش بہرِ سلام اللہ اللہ

ہیں صف بستہ سارے نبی بہرِ تعظیم

حبیبِ خدا کا مقام اللہ اللہ

کرے جو شہاب احترام محمدؐ

بنے وہ بھی عالیمقام اللہ اللہ

بشوقِ دید نگاہیں سلام کہتی ہیں
تلاش کرتی ہیں راہیں سلام کہتی ہیں

جو ضبط ہو نہ سکیں یا نبی شبِ فرقت
نکل کے لب سے وہ آہیں سلام کہتی ہیں

تڑپ تڑپ کے دل ان پر درود بھیجتا ہے
سنبھل سنبھل کے نگاہیں سلام کہتی ہیں

کنار کھولے ہوئے فکرِ پائے بوسی میں
جہان شوق کی راہیں سلام کہتی ہیں

امیدِ دید سلامت وفورِ شوق بخیر
بڑے ادب سے نگاہیں سلام کہتی ہیں

جو اب ملیں گی نجاتیں وہ سر بسجدہ ہیں
جو مل چکی ہیں پناہیں سلام کہتی ہیں

جو بارگاہ شہِ دیں میں نارسا ہیں شہاب
وہ نامراد نگاہیں سلام کہتی ہیں

مبتلائے غم ہے امت یا نبیؐ
کیجئے چشمِ عنایت یا نبیؐ

ظلم ہے جور و ستم ہیں جبر ہیں
روز ہے روزِ قیامت یا نبیؐ

آپ کی نظروں سے کچھ پنہاں نہیں
کیا کہوں میں دل کی حالت یا نبیؐ

آتشِ غم سے پھنکا جاتا ہوں میں
اب نہیں ہے تابِ فرقت یا نبیؐ

بارشِ لطف و کرم فرمائیے
ہیں رواں اشکِ ندامت یا نبیؐ

بخش دیجے اب خطائے عاصیاں
آپ سرتاپا ہیں رحمت یا نبیؐ

زندگی کٹ جائے بے خوف و خطر

آئے ایسی بھی تو ساعت یا نبیؐ

کیجئے بیگانۂ دنیائے دُوں

دیجئے اپنی محبت یا نبیؐ

منتظر ہے باریابی کا شہابؔ
کب کھلے گی اسکی قسمت یا نبیؐ

نورِ حسنِ ازل شمعِ بزمِ ہدیٰ   قبلۂ اہلِ دل کعبۂ اصفیا
جانِ دنیا و دیں سرورِ انبیاء   بادشاہِ عرب رہبرِ اتقیا

یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

آپ نے دور کی کفر کی تیرگی   آپ نے کی عطا دولتِ آگہی
آپکے دم سے ہے دہر میں روشنی   آپ بدرالدجیٰ آپ شمس الضحیٰ

یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

آپ تسکینِ دل آپ آرامِ جاں   آپ چارہ گرِ دردِ و سوزِ نہاں
آپ سر تا قدم مشفق و مہرباں   بے نواؤں کو ہے آپ کا آسرا

یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

آپ نے لطف کی جن پہ ڈالی نظر   وہ گدا بھی بنے حاکمِ بحر و بر
آپ سے پائیں انوار شمس و قمر   ہے وسیع آپ کا خوانِ جود و سخا

یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

ہم کرامت میں ہیں آپ کی یا نبیؐ
ہم کہ جیتے ہیں نام آپ کا ہر گھڑی

ہم کہ نازاں غلامی پہ ہیں آپ کی
ہمکو درکار ہے لطفِ خاص آپ کا

یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

حال اپنا بہت ہے زبوں آج کل
سوزِ قلب و جگر ہے فزوں آج کل

چل رہا ہے غموں کا فسوں آج کل
کیجئے آپ اس درد کی اب دوا

یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

فرطِ غم میں بھی راحت کی امید ہے
سایۂ ابرِ رحمت کی امید ہے

عاصیوں کو شفاعت کی امید ہے
ٹوٹ جائے نہ یہ آس کا سلسلہ

یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

ہر شخص ہے حیران و پریشان و دل افگار
موجیں ہیں بلا خیز قیامت کا ہے منجدھار
ماحول موافق ہے نہ قابو میں ہے پتوار
امت کا سفینہ ہے مصائب میں گرفتار

یا سید الابرار

آمادۂ تخریب ہیں اسلام کے دشمن
اک آنکھ انہیں بھاتی نہیں شادابیٔ گلشن
ہر سمت ہے پھیلا ہوا ہے دام و غل و فن
خطرے میں نظر آتی ہے ہر شاخِ ثمردار

یا سید الابرار

مرغانِ چمن اور ہوں بیزار چمن سے
ابنائے وطن اور نہ الفت ہو وطن سے
یہ سوچ کے ہوتی ہے جدا روح بدن سے
اسلام کے فرزند ہوں اسلام کے غدار

یا سید الابرار

عقبیٰ کی کوئی فکر نہ ہے خوف مکافات
گمراہی نے ڈالے ہیں نگاہوں پہ حجابات
تھا نور جہاں صبح کا چھائی ہے وہاں رات
دیتی ہے تباہی کا پتہ وقت کی رفتار

یا سید الابرار ﷺ

بیداد کے جھکڑ ہیں تھپیڑے ہیں ستم کے
رو کے سے بھی رکتے نہیں طوفان الم کے
محتاج ہیں ہم آپ کی اب چشم کرم کے
اب کشتی امت کو اشارے سے کریں پار

یا سید الابرار ﷺ

تو ہے شفیع المذنبیں تو رحمت اللعالمین
ناقابلِ تمثیل ہے تیرا جمالِ دل نشیں
تجھ سا کوئی دلبر نہیں تیرا کوئی ثانی نہیں
جس پر خدا عاشق ہو خود ایسا کہاں کوئی حسیں

اے ہادیٔ جن و بشر اے رہبرِ دنیا و دیں

تیری جبیں کے نور سے روشن زمین و آسماں
تیری نظر کے فیض سے منزل پہ پہنچے کارواں
اک جنبشِ انگشت سے دو ٹکڑے ماہ ضوفشاں
تیرے علاوہ کون ہے اسرارِ حق کا رازداں

اے ہادیٔ جن و بشر اے رہبرِ دنیا و دیں

ہر تیرگیٔ جہل کو تو نے شکستِ فاش دی
ہر گوشۂ تاریک کو تو نے عطا کی روشنی

ہر ذرّۂ ناچیز کو بخشا شعورِ زندگی
ہر طالبِ حق کو دیا جامِ شرابِ آگہی

اے ہادیٔ جن و بشر اے رہبرِ دنیا و دیں

ہر قوم پر تیری نظر ہر ملک پر تیرا کرم
وہ ہند و پاکستان ہو یا ہو عرب یا ہو عجم
رحمت کی بارش ہو گئی پہنچے جہاں تیرے قدم
تو بادشاہِ بحر و بر تو ہے شہنشاہِ اُمم

اے ہادیٔ جن و بشر اے رہبرِ دنیا و دیں

پھر حال ہے اپنا زبوں پھر قوم پر ادبار ہے
رسوائیاں قسمت میں ہیں نکبت گلے کا ہار ہے
بحرِ الم میں غرق ہیں منجدھار سا منجدھار ہے
پھر لطف کی گر ہو نظر ملت کا بیڑا پار ہے

اے ہادیٔ جن و بشر اے رہبرِ دنیا و دیں

تو اسلام کے گلستاں کا ہے مالی — فروزاں تیرے نور سے ڈالی ڈالی
تری شان سب انبیا سے نرالی — ترا رتبہ ارفع تری ذات عالی
بنے شاہ بھی تیرے در کے سوالی
مری جھولی بھر دے مدینے کے والی

ترے در کا میں بھی بھکاری بنا ہوں — ترا نام وردِ زباں کر رہا ہوں
میں دنیا کی الفت سے تنگ آگیا ہوں — بس اب تو ترے عشق میں مبتلا ہوں
کرم مجھ پہ ہوتا ہے کب دیکھتا ہوں
مری جھولی بھر دے مدینے کے والی

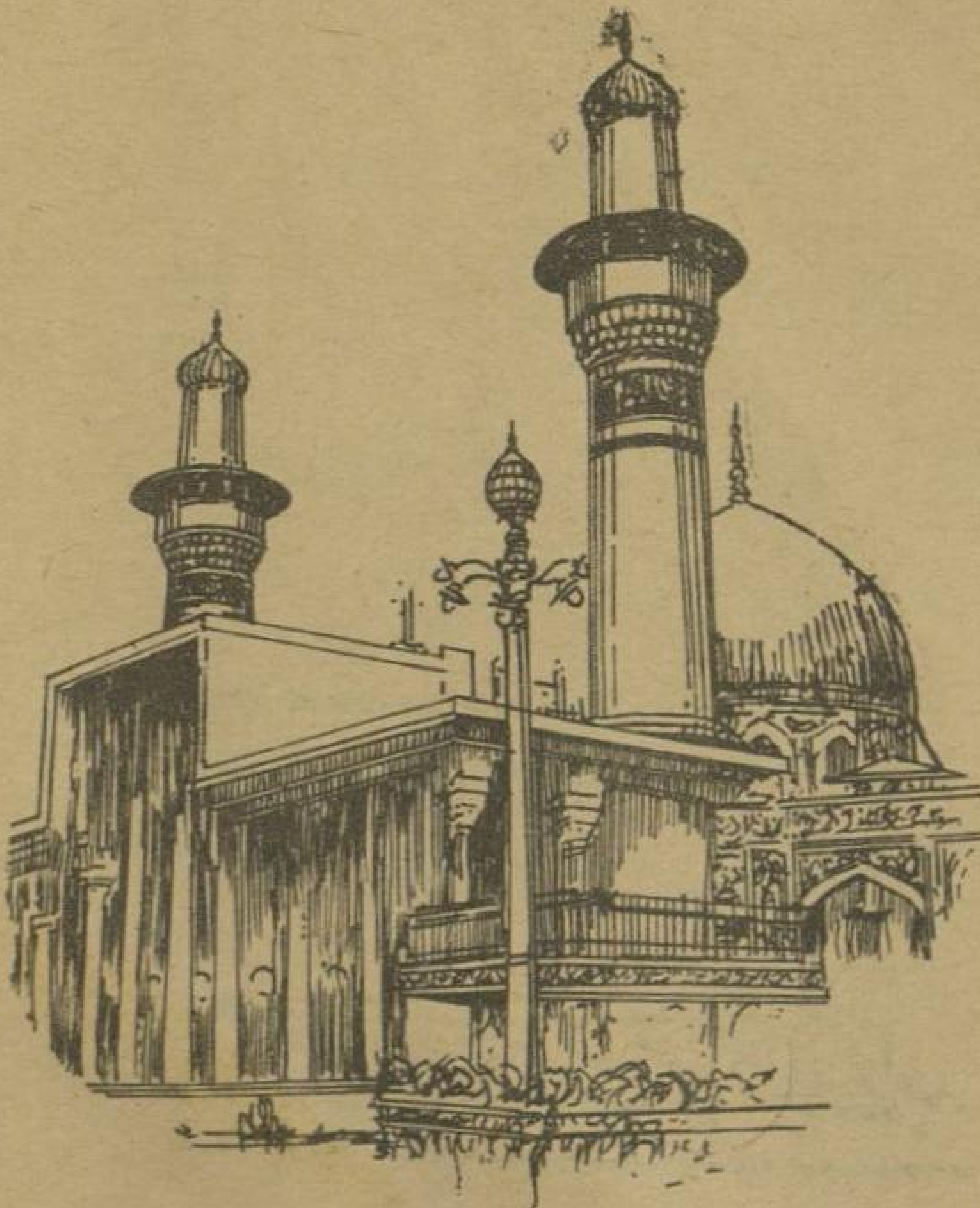
خطاکار بھی ہوں گنہگار بھی ہوں — تن آساں بھی ہوں اور نادار بھی ہوں
میں مجبور و معذور و ناچار بھی ہوں — غموں میں جہاں کے گرفتار بھی ہوں
مگر تیری الفت سے سرشار بھی ہوں
مری جھولی بھر دے مدینے کے والی

یہ حسرت مری اب تو ہے روز افزوں　　　مرے پر لگیں اور ترے شہر پہنچوں
کسی طرح سے سبز گنبد میں دیکھوں　　　نظر آئے جب تیرا در سر جھکا دوں
سکوں آشنا ہو مرا قلبِ محزوں
مری جھولی بھر دے مدینے کے والی

ترا فیض ہے عام تو سب کا داتا　　　تو کرتا ہے پوری ہر اک کی تمنّا
شکستہ دلوں کا ہے ملجا و ماویٰ　　　شہابِ حزیں پر بھی اب لطف فرما
ترے در سے خالی نہیں کوئی جاتا
مری جھولی بھر دے مدینے کے والی

نذرِ اہلبیتِ اطہار

حسین ہی کی ضرورت تھی کربلا کے بعد



زمینِ کرب وبلا چومنے کو تھی بیتاب
ہجوم سجدہ سے جھکی ہوئی جبینوں کو

غم کی فضا میں بر سرِ تدبیر کون ہے
مجبوریوں میں گِھر کے ہمہ گیر کون ہے

یہ کس نے دی اذان سرِ دشتِ کربلا
سجدے میں زیرِ سایۂ شمشیر کون ہے

اس شان سے یہ کس کا نکالا گیا جلوس
یہ پا برہنہ بستۂ زنجیر کون ہے

ہے رنگ فق یزید کا اور شمر ہے خموش
یہ جرأتِ جلال کی تصویر کون ہے

کس نے جہانِ خفتہ کو بیدار کر دیا
دینِ نبیؐ کے خواب کی تعبیر کون ہے

اس دھوپ چھاؤں کا تو کوئی تجزیہ کرے
بدبخت کون صاحبِ تقدیر کون ہے

وقفِ نظر ہے حادثۂ کربلا شہابؔ
خود سوچئے کہ لائقِ تعزیر کون ہے

چھپایا دشت نے ان دین کے امینوں کو
لگا کے آگ جو پہنچے وہاں سفینوں کو

نصیب در رہے حُر اور ان کے ہمراہی
سلام بارِ نبوت کے خوشہ چینوں کو

بکھر گئے تھے سرِ کربلا جو مثلِ نجوم
چُنا ہے خلد نے صحرا کے ان نگینوں کو

شرابِ عشق نبیؐ کو نہ چھو سکے کوئی
شکستہ کر نہ سکے ایسے آبگینوں کو

حرم کی چادریں کھینچی گئیں لٹے خیمے
نظر لگی نہ مگر ناز آفرینوں کو

دکھایا زورِ خطابت کا جب سرِ دربار
ہلا کے رکھ دیا زینب نے شہ نشینوں کو

سدا بہار ہوا جن سے گلشنِ اسلام
حسینؑ کام میں لائے ہیں ان قرینوں کو
زمینِ کرب و بلا چومنے کو تھی بیتاب
ہجومِ سجدہ سے جھکی ہوئی جبینوں کو

شہابؔ کیوں نہ بلندی ہو میرے شعروں میں
کہ آسمان سے نسبت ہے ان زمینوں کو

مجرئی انہیں جو جاں رہِ حق میں ادا کریں
مژدہ انہیں جو شاہ کا ماتم بپا کریں
ایمان تازہ پھر المِ شہ سے ہوگیا
پھر اشکِ غم سے دل پہ ہم اپنے جلا کریں
وقتِ نماز بھی ہے صف آرا عدو بھی ہیں
شہ سے کہو کہ فرضِ امامت ادا کریں
اعدائے اہل بیت ہیں نانا کے امتی
ان کے لئے دعا نہ کریں شہ تو کیا کریں
رونا غمِ حسینؑ میں اک فرضِ عین ہے
پھر کیوں نہ فرض آنکھوں سے اپنی ادا کریں

جن جن صفوں میں جمع ہوں مومن بروزِ حشر
ممکن ہے پہلے مجلسِ ماتم بپا کریں
ہم ہر نفس پہ یاد کریں شاہ کو شہابؔ
یہ فرض ادا کریں تو بڑا فرض ادا کریں

جہاں ذکر لختِ دلِ مصطفےٰ آ گیا
زبانوں پہ یکلخت صلّی علیٰ آگیا

وہ حق گو جو باطل کے آگے نہ سر خم کرے
کہ خنجر تلے جس نے قرآں پڑھا آ گیا

جبینِ فلک انتہا جھک گئی خاک پر
جہاں بھی مقامِ سجود و دعا آگیا

نواسے ہوں زہرا کے یا لال زینب کے ہوں
پئے جانفروشی ہر اک باوفا آگیا

جگر گوشے دیکھے جو خوں میں تڑپتے ہوئے
سمجھ میں تقاضائے صبر و رضا آگیا

بڑھا جذبۂ کاروانِ عمل اور بھی
اگر راہ میں دشتِ کرب و بلا آ گیا
جہاں سے شہابؔ آئی آوازِ ذکرِ حسینؑ
میں روتا تڑپتا بلکتا ہوا آ گیا

اُدھر یہ غیرتِ دیں خون میں نہائے حسینؑ
اِدھر یہ حالِ زبوں لب پہ صرف ہائے حسینؑ

گلاب بن کے شگفتہ رہے وہ کانٹوں میں
ہجومِ تیر و سناں میں بھی مسکرائے حسینؑ

نہ سر کٹاتے تو اسلام کس طرح بچتا
رضا خدا کی حقیقت میں تھی رضائے حسینؑ

قضا منازنہ کی برچھیوں کی زد پر بھی
نرالی سب سے شہیدوں میں تھی ادائے حسینؑ

شریکِ کرب و بلا سارا خاندان ہوا
اس امتحاں کی کسے تاب تھی سوائے حسین

کیا بہشت میں حوروں نے اس کا استقبال
قبول جس نے بھی کی دل سے اقتدائے حسینؑ

حسینیت کے مشن کو بھی تو رکھیں زندہ
یہ کیا کہ اشک بہاتے رہیں برائے حسینؑ

شہابؔ ذوقِ عمل کی فقط ضرورت ہے
جبینِ دہر پہ روشن ہیں نقش ہائے حسین

پھر کربلا کی یاد دلاتے ہیں واقعات

پھر آندھیوں کی زد پہ ہے اسلام کا شجر

پھر فتنہ و فساد کا بازار گرم ہے

پھر وقت کے یزید اٹھائے ہوئے ہیں سر

اب پھر گلوئے حق پہ ہے باطل کی تیغِ ظلم

پھر عرصۂ حیات ہے تنگ اہلِ خیر پر

دھارے ہوئے ہیں روپ سب ابنِ زیاد کا

آنکھوں میں ہر کسی کے ہے اب شمر کی نظر

انداز شامیوں کے سے ہیں اہلِ دہر کے

ڈھانپے ہوئے ہے شرم سے منہ بانوئے سحر

ہر شہر اس جہاں کا ہے کوفہ بنا ہوا
ہر سمت ہے کھلا ہوا مکر و ریا کا در

پھر جرأت و شجاعت و طاقت کا ہے سوال
در پیش ہے مصائب و آلام کا سفر

پھر منتظر عزیمت و ہمت کی ہے زمیں
مشتاق پھر حرارتِ ایماں کی ہے نظر

مقصود ہے حمیت و غیرت کا امتحاں
مطلوب حفظ دیں کیلئے پھر ہیں مال و زر

جذبِ حسینیت کی ضرورت ہے آج بھی
درکار پاسبانیٔ امت کو پھر ہیں سر

نوحہ گری کا اور نہ ماتم کا وقت ہے
حالات سے نمٹنے کی اے دوست فکر کر

ہے آفتاب کی کعبے میں جلوہ آرائی

ہے ذرّہ ذرّہ ہم آغوشِ حسن و زیبائی ہوئی ہے نور کی ہر سمت کارفرمائی
تمام خلد کی رونق یہاں سمٹ آئی شکست تیرگیٔ شب نے صبح سے پائی
نہ کیوں ہو حسنِ ازل آج خود تماشائی
ہے آفتاب کی کعبے میں جلوہ آرائی

وہ آفتاب کہ جو مومنوں کا ہے سردار وہ آفتاب کہ جو عارفوں کا ہے سالار
وہ آفتاب جو نورِ یقیں کا ہے مینار وہ آفتاب جو تصویرِ عظمتِ کردار
وہ آفتاب کہیں جس کو حیدرِ کرار
اس آفتاب سے کعبے نے منزلت پائی

وہ بابِ علم بھی ہے علم کا خزینہ بھی
وہ مُہرِ ختمِ نبوت کا ہے نگینہ بھی

وہ اوجِ ملتِ اسلام کا ہے زینہ بھی
ملا ہے دل بھی محمدؐ سے اس کا سینہ بھی

ہے بوئے عشقِ محمدؐ سے تر پسینہ بھی

وہ جس طرف سے بھی گذرا وہی مہک آئی

مہک سے اس کی مہک اٹھا گلشنِ اسلام
کلی کلی کو دیا اس نے تازگی کا پیام

روش روش کو عنایت کیا سرورِ دوام
ہر ایک پھول کو بخشا فروغِ حسن تمام

تجلیاتِ الٰہی کو کر دیا ہے عام

اسی پہ ختم ہوئی دیں کی عالم آرائی

ہوا جو وہ متبسّم تو گل نثار ہوئے
خزاں رسیدہ چمن صاحبِ بہار ہوئے

کیا کلام تو نغمہ سرا ہزار ہوئے
قدم رکھے تو بیاباں بھی لالہ زار ہوئے

اٹھائی آنکھ تو عابد بھی بادہ خوار ہوئے

حرم کی بن گئی محراب، لی جو انگڑائی

اسی کے خون نے سینچا ہے دین کا گلشن　　اسی کے حسن کی ضو سے کھلے ہیں سرو و سمن
اسی نے عشق کو بخشا وفا کا پیراہن　　اسی کے فیض سے بدلا ہے زندگی کا چلن

وہی برنگ حسین و حسن ہے جلوہ فگن
چہار سمت اسی کی ہے جلوہ آرائی

کوئی کرے تو اس اعزاز کا بھی اندازہ　　جو شہر علم نبیؐ ہیں علی ہیں دروازہ
وہ روئے نازشِ اسلام اس کا یہ غازہ　　وہ باغِ حسنِ شریعت تو یہ گلِ تازہ

انہی کے دم سے بہم دینِ حق کا شیرازہ
انہی کے در کی ملائک نے کی جبیں سائی

مجال کیا جو کرے نفی قولِ حق کوئی　　اس امر واقعہ سے ہے سبھی کو آگاہی
نبیؐ کے ساتھ ہی مولا ہیں مومنوں کے علی　　وفا کی جس نے علی سے وفا نبیؐ سے کی

نہیں کلام کہ محبوبِ مصطفےٰ ہیں علی
خدا نے کی ہے علی کی بھی قدر افزائی

شہابؔ دہر میں کچھ کام میں بھی کر جاؤں
عجب ہی کیا کہ اسی طرح سے سنور جاؤں

علی کے نام پہ گر ہو سکے تو مر جاؤں
جو آئے دشمنِ شیرِ خدا بپھر جاؤں

میں اور اہلِ خوارج کے شر سے ڈر جاؤں
کہ ہوں قلندری و حیدری و مولائی

حسین ہی کی ضرورت تھی کربلا کے لئے

دلوں میں جوش ہے کس پیکرِ وفا کیلئے　　جنونِ شوق ہے کس حسنِ دلربا کیلئے
نگاہ ہے متجسس کس آشنا کے لئے　　ہے بیقرار جبیں کس کی خاکِ پا کیلئے

ہمیں بھی اذنِ بیاں دیجیے خدا کیلئے
لب انتظار میں ہیں عرضِ مدعا کیلئے

حسین ابنِ علی فاطمہ کا لختِ جگر　　سوارِ دوشِ نبیؐ مرتضیٰ کا نورِ نظر
قسیمِ کوثر و تسنیم، خلد کا گلِ تر　　بہارِ گلشنِ اسلام، نخلِ دیں کا ثمر

جوابِ نورِ سحر رشکِ نجم و شمس و قمر
جناب سب نے کسے مدحت و ثنا کیلئے

بلائیں آئیں، پڑی لاکھ دل پہ غم کی کمند کسی طرح نہ رکا ہمت و عمل کا سمند
نہ پہنچا کعبہ عزم و یقیں میں کوئی گزند رضائے حق کا بہر حال وہ رہا پابند

لٹا کے گھر کیا ناموسِ دینِ حق کو بلند
گنوائی جان بھی خوشنودیٔ خدا کیلئے

دہن دریدہ الاپا کئے جدال کے راگ نظر کے سامنے لہرائے ظلم و جور کے ناگ
ستم شعاروں نے بھڑکائی اشتعال کی آگ نہ چھوڑی بادشہِ دیں نے صبر و ضبط کی باگ

نہ بغض دل میں نہ کینہ نہ انتقام نہ لاگ
اٹھے جو ہاتھ تو پھر بھی اٹھے دعا کیلئے

خلافِ دشمنِ اسلام اگر اٹھائیں قدم بہ عزم و ہمتِ مردانہ بڑھتے جائیں قدم
بڑھیں جو آگے قدم پھر نہ رکنے پائیں قدم نہ خوفِ مرگ ہو دل میں نہ ڈگمگائیں قدم

ہزار راہ ہو مشکل نہ لڑکھڑائیں قدم
کہ استقامتِ پا شرط ہے وفا کے لئے

شرابِ معرفتِ حق سے ہو کے جب سرشار
چلا وغا کیلئے جانِ حیدرِ کرّار
زمین کانپی لرزا اٹھا چرخِ ناہنجار
غضب کا جوش تھا رکنے نہ پاتی تھی تلوار
عدو کی نعشوں کے پل بھر میں لگ گئے انبار
پیامِ مرگ بنی تیغ اشقیا کے لئے

اِدھر تھے چند نفوس اور اُدھر ہزار لعیں
اِدھر تحمّل و برداشت اُدھر سراپا کیں
اُدھر تھے سب سگِ دنیا اِدھر فدائے دیں
اُدھر تھی تیرگیٔ کفر اِدھر تھا نورِ یقین
اُدھر تھی تیر دلں کی بوچھاڑ اِدھر جھکی تھی جبیں
کوئی بتائے یہ ساماں تھا کیا دغا کے لئے

چلے جو بہرِ شہادت امامِ خستہ جگر
تو ایک ہاتھ پہ قاسم تھے ایک پر اکبر
جلو میں حضرتِ عباس بھی تھے نیزہ پر
کسی کی گود میں موجود تھے علی اصغر
نماز پڑھتے بغیر ان کے شاہِ دیں کیونکر
کہ مقتدی بھی ضروری تھے مقتدا کیلئے

حسین عزم کی تصویر پاسبانِ حرم
حسین صبر کا پتلا حریفِ جاہ و حشم

حسین حلم کا پیکر حسین تیغِ دو دم
حسین بحرِ سخاوت حسین اسیرِ ستم

حسین ہی نے رکھا دینِ مصطفےٰ کا بھرم
حسین ہی کی ضرورت تھی کربلا کے لئے

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہر شامِ غم سرِ شتۂ روزِ سعید ہے
ہر اضطراب رد کشِ عیشِ جدید ہے
گر آج شب کے سایۂ ظلمت میں جبر ہیں
کل نعمتیں لئے ہوئے کل صبحِ عید ہے
پشّے کی عمر سے بھی ہے ظالم کی عمر کم
جاوید تا بہ حشر حیاتِ شہید ہے
مظلوم کی شکست ہے خوشنودیٔ خدا
معلوم بھی نتیجۂ ظلمِ شدید ہے
سچ ہے کہ بیکسوں کا ہے آہوں پہ اختیار
سرسبز انہیں ہواؤں سے باغِ امید ہے

فریادِ بے کساں کی سماعت اگر نہیں

قدرت کا انتقام بھی پھر ناشنید ہے

ہر قطرہ خوں کا فتح و ظفر کی کلید ہے

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

لاتا ہے رنگ خونِ شہیداں وغا کے بعد

ملتی ہے دادِ صبر کی جور و جفا کے بعد

لازم ہے حق رسیِ مسلسل کی ابتدا

ہنگامۂ شقاوتِ بے انتہا کے بعد

موہوم فائدہ عملِ نیک کا نہیں

مشروط ہے بقا بھی فنا در فنا کے بعد

آتا ہے دورِ امن و اماں بھی کشاں کشاں

بڑھتے ہوئے زمانۂ جور آزما کے بعد

طوفانِ غم حمایتِ حق سے ہے سرنگوں
کشتی خدا کو سونپتے ہیں ناخدا کے بعد

کیا کیا نہ تابہ مرگ ستم گار اہل بیت
شرمائے خود بخود ستمِ ناروا کے بعد

ایماں کو تازگی ملی خونِ وفا کے بعد
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد



قصائدِ انوار

(۱) مِعراجِ نبوت

(۲) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ

دیکھی جب رفعتِ کردارِ نبیؐ
سامنے عرش کا زینہ آیا

معراجِ نبوت

فکرِ عقبیٰ و غمِ دہر سے اعصاب تھے شل
کر رہا تھا ابھی تعمیر میں خوابوں کے محل

جستجو تھی کہ پریشانیٔ خاطر ہو مجھے
میں یہ سمجھا تھا کہ ہے نیند ہی آلام کا حل

پوششِ یاس بدن سے نہ جدا ہوتی تھی
کب سے بیٹھا تھا میں مارے ہوئے غم کا بگل

ڈور بے چینی کی میں کھینچ رہا تھا جتنی
ہوتی جاتی تھی بلند اور الم کی تگل

سوچتے سوچتے آغوشِ سکوں میں پہنچی
دیکھتے دیکھتے سائے ہوئے غم کے اوجھل

نیند کی حور نے پہلو میں جگہ دی مجھکو
میری آنکھوں میں محبت کا لگایا کاجل

غمِ امروز رہا اور نہ فکرِ فردا
شبِ دیجور ہوئی میرے لئے ماہِ عسل

ہو رہی تھی ابھی کچھ گفتگوئے راز و نیاز
آنکھ جھپکے ہوئے گذری تھی ابھی ایک ہی پل

کسی بے نام سی طاقت نے جھنجھوڑا مجھکو
میری آنکھوں سے تغافل کا ہٹایا آنچل

غیب سے آئی ندا اے غمِ دوراں کے اسیر
مائلِ حسنِ بتاں عاشقِ دنیا و دول

محوِ آرام ہے تو جاگ رہی ہے دنیا
سارے عالم پہ مہِ نور فشاں کا ہے عمل

کوئی گوشہ نہیں ایسا کہ جہاں نور نہ ہو
صحنِ گلشن ہو خیاباں ہو کہ ہوں دشت و جبل

نام لیتی نہیں رکنے کا کہیں بارشِ نور
لمحہ لمحہ چلے آتے ہیں امڈ کر بادل

فرطِ عشرت سے کہیں نغمہ سرا ہے قمری
کیف و مستی میں کہیں رقص کناں ہے کوئل

جوشِ نظارہ میں گل جامے سے باہر ہیں کہیں
ذوقِ جلوہ میں کہیں پھوٹ رہی ہے کونپل

چاہتا ہے جو ترے دل میں بھی اترے یہ نور
تیرے سینے کو بھی یہ روشنی کر دے صیقل

تیرہ و تار فضا سے تجھے چھٹکارا ملے
بدلے گلشن سے غم و یاس و الم کا جنگل

جاگ، تقدیر جگا، محوِ غم و یاس نہ ہو
شبِ تاریک کو اب صبحِ درخشاں سے بدل

نام اللہ کا لے فکر نہ کر دنیا کی
پھاند دیوارِ الم دائرۂ غم سے نکل

ہاں اٹھا اپنی نگاہوں سے حجابِ غفلت
دیکھ کس شان سے ہے جلوہ نما حسنِ ازل

یہ ندا سنتے ہی میں بسترِ راحت سے اٹھا
مل گیا مجھ کو مرے عقدۂ دشوار کا حل

باوضو ہو کے مصلّے پہ میں جا کر بیٹھا
ہوا حاضر میں سرِ بارگہِ عزّ و جل

لب رہے وقفِ ثنا خوانیٔ رب العزت
جلوۂ حسن کی حسرت میں رہا دل بیکل

سجدے پر سجدے کئے آہ بھی کی زاری بھی
لیکن امید کے چہرے سے نہ سر کا آنچل

رحمتِ حق کے تصور میں کٹا وقت تمام
وہ تجلّی نظر آتی تھی مگر آج نہ کل

ہاتھ سے دامنِ امید نہ چھوڑا پھر بھی
اور کوئی نہ پڑا دل کی لگن میں بھی خلل

آخر اک سجدۂ مستانہ کیا حق نے قبول
جذبِ صادق کا مجھے دے دیا اللہ نے پھل

مجھ کو سجدے میں دکھائی دیا اک بقعۂ نور
جانبِ عرش رواں جیسے ہوئی کوئی مشعل

میں نے دیکھا کہ ہے اک تاج بھی اسکے سر پر
جگمگاتے ہوئے دو چاند بھی ہیں زیرِ بغل

ایک خاتم بھی نظر آتی ہے زیبِ انگشت
جسمِ اطہر سے ہے لپٹا ہوا زریں کمبل

انبیا جتنے ہیں صف بستہ کھڑے ہیں سرِ راہ
اور فرشتے بھی ہیں ہمراہ بشکلِ جدوَل

منتظر رحمتِ حق ہے کہ حبیب آتا ہے
عرش کے کنگروں پر دیکھی فروزاں مشعل

تیرگی کا کہیں ملتا ہی نہیں نام و نشان
جگمگا اٹھے ہیں افلاک کے سب برج و حمل

کون جاتا ہے یہ رف رف پہ سوئے عرشِ محل
کس کی خاطر سجی پھر انجمنِ حسنِ ازل

یہ وہ ہستی ہے جسے نورِ مجسّم کہیئے
یہ وہ ہستی ہے کہ جس کا کوئی ثانی نہ بدل

مرتبہ ارفع و اعلیٰ ہے سبھی سے جس کا
جو ہے سب نبیوں میں ممتاز، ہے سب سے افضل

جس کو رحمت کا لقب بارگہِ رب سے ملا
جو ہے انساں مگر انساں ہے بہر شکل اکمل

جو ہے خیر البشر و رحمتِ بزمِ کونین
انقیا کی جو صفوں میں رہا سب سے اوّل

جس نے باطل کی کمر توڑ دی عصائے حق سے
جس کی ہیبت سے گرے کعبے کے بُت سر کے بل

نعرہ توحید کا دنیا میں لگایا جس نے
بے حقیقت نظر آنے لگے لات اور ہبل

جس نے مخلوق میں انساں کا بڑھایا رتبہ
ساری اقوام میں جس نے کیا ہمکو افضل

گرد ہیں سامنے جس کے و دل و جلہ و حشم
بادشاہان جہاں آگے ہیں جس کے اسفل

کس سے تشبیہ دیں ہم اس کے رخِ زیبا کو
یہ بھی موزوں نہیں گر اس کو کہیں ہم اجمل

اس کی تعریف کو الفاظ کہاں سے لائیں
یہ بھی کم تر ہے اگر اس کو کہیں ہم اکمل

اس نے جو فلسفۂ زیست بتایا ہم کو
اس کے آگے ہوا ہر فلسفۂ زیست ارذل

اس نے جو بات کہی کر کے دکھائی سب کو
اس کے اقوال درست اس کے عزائم تھے اٹل

اس کو ہر وقت تھا امت کی شفاعت کا خیال
وہ رہا دین متیں کے لئے ہر دم بے کل

اس کی عظمت کی دلیل اس کا ہی کردار حیات
لے گیا عرشِ معلّیٰ پہ اسے حسنِ عمل

ہے یہ لازم کہ کریں پیروی اس کی ہم سب
ہو جہاں تک بھی کریں اس کی ہی سنت پہ عمل

نورِ وحدت سے رہیں آنکھیں ہماری روشن
سرمۂ عشقِ محمدؐ سے رہے پر کِحل

تکملہ شوق کا ممکن ہی نہیں اس کے بغیر
ہے ضرورت کہ دہکتی رہے دل کی مَنقل

آیا مرے لبوں پہ جو مشکلکشا کا نام
قلعے تفکرات کے سر ہو گئے تمام

قصیدہ

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

قصیدہ

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

بند تھی حسن خیالات کی ہر راہگذر
گوشۂ ذہن پہ تھا تیرگیٔ شب کا اثر
یوں خلاؤں میں بھٹکتی ہوئی پھرتی تھی نظر
دشت بے آب میں جس طرح کوئی گرمِ سفر
اک دھندلکا سا سرِ عرشِ تخیّل تھا محیط
سوچ کے پاؤں ہوئے جاتے تھے شل رہ رہ کر
وہ اندھیرا تھا کہ کچھ بھی تو نہیں سوجھتا تھا
وہ گھٹائیں تھیں کہ آتا ہی نہ تھا چاند نظر

ٹمٹماتے ہوئے تارے تو نظر آتے تھے
نظر آتی نہ تھی تنویر و ضیا ان میں مگر
افقِ دہر پہ تھا کفر کا عالم طاری
وہم و وسواس نے بادل میں بنا رکھا تھا گھر
ایک بے نام سی دہشت تھی سمائی دل میں
خوف کے لاکھ بنائے تھے نظر نے پیکر
ہونٹ ہلتے تھے مگر ہونٹوں پہ آواز نہ تھی
قدم اٹھتے تھے مگر طے نہیں ہوتا تھا سفر
آج کچھ شام سے ہی ایسی طبیعت تھی نڈھال
بارِ غم جیسے کوئی آن پڑا ہو سر پر
میں نے سوچا کہ ڈبو دوں مے رنگیں میں یہ غم
شاید اس طبعِ حزیں کا ہو مداوا ساغر
میں نے سوچا کہ چمن زاروں میں جا کر دیکھوں
وجہِ تسکینِ نظر ہو کوئی شاید منظر

میں نے سوچا کہ سمندر کا کروں نظارہ
شاید آجائے طبیعت مری جولانی پر
گومگو کا یہی عالم تھا فضا تھی ساکت
طائرِ فکر و نظر تول رہا تھا ابھی پر
یک بیک سلسلۂ سحر تو جسم ٹوٹا
جگمگاتا ہوا پردے سے نکل آیا قمر
روشنی چاند کی پھیلی تو نظر آئی مجھے
ایک شفاف، کشادہ و حسین راہگذر
روکشِ مہرِ جہانتاب ہوئے ہیں ذرّے
ہے زمیں جس کی بلندی میں فلک کی ہمسر
کاوش و فکر میں تحریکِ مسلسل پائی
جو عنایت کرے مضمون کے تابندہ گہر
جس نے بخشی ہے عزیمت سخن آراؤں کا
معترف جس کا ہے ہر قافلۂ اہلِ ہنر

لے کے جب نامِ علیؓ میں نے رکھا اس میں قدم
ہو گیا حسنِ خیالات کا وا ایک اک در
مشکلیں ہو گئیں آساں، اسی نام سے سب
کر لئے قلعے پریشانی و اوہام کے سر
آ گئی طبع روانی پہ بڑھا جوش و خروش
آ گیا فکر کے دریا میں تموّج یکسر
مدحتِ شیرِ خدا کی نکل آئی صورت
کھل گئی، راہ قصیدے کی بہ عنوانِ دِگر
اللہ اللہ یہ سرفرازئ ذکرِ حیدرؓ
ایک اک لفظ بلاغت کا ہے گویا مظہر
یوں جھلکتی ہے عقیدت مرے ہر مصرع سے
جیسے آئینے سے ہوتا ہے نمایاں جوہر
اس کی عظمت کا مرے شعروں میں کیوں عکس نہ ہو
ذات ہے اس کی تصوّر کا مرے اب محور

عشقِ مولا نے دیا ہے مجھے جذبِ بیباک

میں ہوں بے خوف مجھے نادِ علی ہے ازبر

کیوں نہ بے بس ہوں خوارج مرے فن کے آگے

صورتِ تیغ معانی ہیں تو الفاظ سپر

مدح مولائے جہاں میں ہے قلم یوں بیتاب

فرطِ عشرت میں ہوں گل جامے سے جیسے باہر

وہ ہے ممدوح مرا جس کا ہے مداح رسولؐ

اس کا بندہ ہوں جو بندوں میں ہے سب سے برتر

عاشق اس کا ہوں وفا جس سے دلیلِ ایماں

اس پہ شیدا ہوں جو شیدا ہے امورِ حق پر

زندگی جس کی اندھیر دل میں چراغِ روشن

جس کا کردار ہدایت کا مکمل دفتر

جس کے ایثار سے ہر قصۂ ایثار ہے ماند

جس کی بے خوفی و جرأت پہ زمانہ ششدر

جس کی ہیبت سے دلِ کفر ہے اب تک لرزاں
جس کی تسخیرِ مہمات کا شاہد "خیبر"
مرتبہ جس کی ولادت سے بڑھا کعبے کا
جس کو آداب بجا لائے فلک بھی جھک کر
جس کو آغوشِ نبوت ملی بہرِ تعلیم
عقد میں جس کو پیمبر نے عطا کی دختر
گلشنِ دیں ہوا شاداب لہو سے جس کے
اور اسلام پہ قربان ہوئے جس کے پسر
جس نے ہر دشمنِ اسلام سے کی جنگ قبول
جس کی کوشش سے ثمر بار ہوا دیں کا شجر
کعبۂ اہلِ صفا قبلۂ اولاد نبیؐ
کاروانِ رہِ عرفان و یقین کا رہبر
وہی ختمِ رسل ہم نفسِ رحمتِ کل
جس کا ثانی ہے کوئی اور نہ جس کا ہمسر

اہلِ تدبیر کی محفل ہو تو سب پر غالب

جدل و جنگ کا میداں ہو تو ہے وہ صفدر

واصلِ برجِ رسالت وہ ہوا تھا ایسا

جیسے اک نقطے پہ ہو جائیں بہم شمس و قمر

اس کی توصیف کا حق پھر بھی ادا ہو نہ سکا

لاکھ اشعار سے ظاہر ہیں کمالات و ہنر

اس کے اوصاف پہ تحریر ہو کس طرح محیط

مدح و توصیف سے ہے ذاتِ علی بالاتر

باریابی کا شرف مجھکو عطا ہو جو شہابؔ

نقدِ جاں نذر کروں شاہِ نجف کے در پر

شہادت

حضرت علی علیہ السلام

گونگے بھی ہیں بہرے بھی ہیں پتھر کی طرح
دل بند ہیں ان کے درِ خیبر کی طرح
ہے اب بھی شقاوت کا اثر لوگوں پر
آئے کوئی پھر حیدرِ صفدر کی طرح

یہ پھول یہ ستارے یہ قوسِ قزح کا رنگ
یہ گلستاں یہ دشت و بیاباں یہ خار و سنگ
یا یہ ان باوفاو حسینانِ شوخ و شنگ
یہ صلح و آشتی یہ قتال و جدال و جنگ.

قاتل ہیں یا شہید ہیں یا جاں نثار ہیں
سب مظہرِ تجلّیٔ پروردگار ھیں

دل غم میں مبتلا ہے تو احسان اسکا ہے
حق آشنا کیا ہے تو احسان اسکا ہے
ذہن رسا ملا ہے تو احسان اسکا ہے
ذوقِ ادب دیا ہے تو احسان اسکا ہے

رحمان ہے رحیم و رؤف اس کی شان ہے
سب کچھ دیا ہے اس نے بڑا مہربان ہے

پیدا ہمیں کیا تو نبی بھی ہمیں دیا
ایسا نبی جسے کہیں سردارِ انبیاءؑ
ایسا نبی جو شافعِ روزِ جزا بنا
ایسا نبی خدا نے جسے میہمان کیا
ثانی ہے کوئی اور نہ سایہ حضور کا
کہنے کو آدمی ھیں مگر جسم نور کا

سرکارِ دو جہاں کے کرم کا شمار کیا
بھٹکے ہوؤں کو دیں کا دکھایا ہے راستہ
حاصل تھا جن کو پہلے سے ان کو دیا سوا
ذرّوں کو رشکِ مہر و ثریا بنا دیا
ہے قلب شاد کام دماغ آسماں پہ ہے
صلّ علیٰ کہ نامِ محمدؐ زباں پہ ہے

کیسے نہ کوئی اس کی کرے قدر و منزلت
آغوش میں رسول کے پائے جو تربیت
جس پر کھلا ہو پہلے پہل بابِ معرفت
علم و عمل کی زیرِ نگیں جس کے سلطنت
جو نکتہ سنج و نکتہ ور و نکتہ رس بھی ہے
داماد بھی ہے بھائی بھی ہے ہم نفس بھی ہے

تاریخ معرکوں سے ہے جسکے بھری ہوئی
جسکی بہادری کی ہیں دھومیں مچی ہوئی
باطل کی جسکے ڈر سے تھی گھگی بندھی ہوئی
لات و ھبل کی جسکے سبب کرکری ہوئی
وہ وجہِ استقامتِ ملت ہے آج بھی
نام اس کا حوصلے کی علامت ہے آج بھی

تاثیرِ نام کی ہے کہ محوِ خروش ہوں

طوفان سر بسر ہوں سراسر میں جوش ہوں

شاہِ نجف کا خادم و حلقہ بگوش ہوں

اعدائے دیں ہوں سامنے اور میں خموش ہوں

ہر خارجی کو لگتا ہوں میں تیر کی طرح

باطل کو کاٹ دیتا ہوں شمشیر کی طرح

مدّاحِ اہلِ بیت ہوں خادم انہی کا ہوں

دیوانۂ خدا ہوں میں شیدا نبی کا ہوں

میں مدعی انّ دہر میں کیوں برتری کا ہوں

آخر تو فرد میں بھی گروہِ علی کا ہوں

میں شاہِ دیں کے در کا گدا ہوں یہ ناز ہے

کچھ عرش سے بھی اونچی جبینِ نیاز ہے

آیا ہوں نوحہ خوانیٔ عالیمقام کو
تسکین یوں میں دونگا دلِ تشنہ کام کو
مل جائے آنچ درد کی کچھ طبعِ خام کو
کارِ ثواب کہتے ہیں ذکرِ کرام کو
عرضِ سخن کے واسطے تاثیر دے مجھے
اے کارساز قوتِ تحریر دے مجھے
مضمونِ شعر کو ہو عطا آبِ ذوالفقار
الفاظ میں جلالِ امامِ زمن اتار
خامے کو دے روانیٔ اسپِ وفا شعار
فوجِ جری کی طرح خیالات کو ابھار
میں طالبِ فصاحت و زورِ کلام ہوں
اے ربِ دو جہاں میں علی کا غلام ہوں

آتا ہے مجھکو دورِ شدائد کا جب خیال
معلوم ہونے لگتا ہے سر دوش پر وبال
گھٹتا ہے سانس سینے میں ہوتا ہے جی نڈھال
آنکھوں میں بننے لگتے ہیں تاریکیوں کے جال
ہوتی ہے تر جبیں عرقِ انفعال سے
دل ڈوب ڈوب جاتا ہے فرطِ ملال سے

یادِ الم سے چلتی ہیں سینے پہ برچھیاں
ہوتا ہے وقفِ آہ بدن کا رواں رواں
نالے لبوں پہ آتے ہیں کرتا ہے دل فغاں
دامانِ صبر و ضبط کی اڑتی ہیں دھجیاں
توفیقِ صبر جرأتِ اظہارِ حال دے
مولا سفینہ غم کا بھنور سے نکال دے

یہ فکر تھی کہ کیسے کروں میں بیانِ غم
شیرازۂ خیال ہو کس طرح سے بہم
کس دل سے درد کی کروں روداد میں رقم
الفاظ پر گرفت نہ قابو میں تھا قلم

آیا مرے لبوں پہ جو مشکلکشا کا نام
قلعے تفکرات کے سر ہو گئے تمام

کچھ رنگ اور ہی ہے بساطِ سخن کا آج
بدلا ہوا لباس ہے سرو و سمن کا آج
بیتاب و دلفگار ہے ہر گل چمن کا آج
بزمِ عزا میں ذکر ہے خیبر شکن کا آج

اشکوں سے عاقبت کو میں اپنی سنوار لوں
مقدور ہو تو عرش کے تارے اتار لوں

نامِ علی کو ضامنِ فتح و ظفر سمجھ
نامِ علی کو راحتِ قلب و جگر سمجھ
نامِ علی کو ردِّ بلا ردِ شر سمجھ
نامِ علی کا ہر دلِ مومن میں گھر سمجھ
نامِ علی کا غلغلہ کون و مکان میں
نامِ علی کا دبدبہ سارے جہان میں
وہ گفتگو کرے تو جھڑیں اسکے لب سے پھول
دستِ دعا اٹھیں تو کھلے ہر درِ قبول
چشمِ کرم اٹھے تو مٹے نکبتوں کی دھول
اٹھیں قدم تو پھول بنیں دشت کے ببول
دلبر بھی دیں پناہ بھی درد آشنا بھی ہے
نفسِ رسول بھی ہے وہ شیرِ خدا بھی ہے

میدانِ کارزار اگر ہو تو شیرِ نر
بزمِ سخنوراں ہو تو ساکت ہوں نکتہ ور
تقریر ہو تو دل پہ ہو اعدا کے بھی اثر
تحریر ہو تو ٹھیرے نہ الفاظ پر نظر
کوئی حریف اس کا نہیں ان صفات میں
جتنے ہیں وصف جمع ہیں سب ایک ذات میں

سادہ لباس سادہ غذا سادگی پسند
دنیا کی حرص دل کی طمع سے بہت بلند
بالغ نگاہ طبع رسا، قلب دردمند
فقر و غنا میں جکڑا ہوا ایک ایک بند
قول و عمل کا سچا تو پکا اصول کا
وہ ہر لحاظ سے تھا نمونہ رسول ﷺ کا

طاقت میں بے مثال شجاعت میں بے مثال
صورت میں بے مثال شباہت میں بے مثال
حکمت میں بے مثال فراست میں بے مثال
سیرت میں بے مثال شرافت میں بے مثال

اُترے کہاں سے آدمی اس کی مثال کے
جلوے بہم ہوئے تھے جلال و جمال کے

ہر فعل عکسِ صورتِ رحماں لیے ہوئے
ہر سانس ربطِ آیۂ قرآں لیے ہوئے
ہر قول پائیداریٔ ایماں لیے ہوئے
ہر رمز رازِ رحمتِ یزداں لیے ہوئے

میدانِ زہد ہو تو فرشتے بھی ساتھ ہوں
وقتِ جہاد ہاتھ میں اللہ کے ہاتھ ہوں

شق ہو زمین چاہے گرے سر پہ آسماں
ہو فتح کا یقین کہ جو کھوں میں اپنی جان
خنجر رہے گلو پہ کہ دشمن پہ ہو کماں
ہر حال میں حصولِ رضائے خدا کا دھیان
دل کی تھی کائنات بھی اللہ کے لئے
تھی موت بھی حیات بھی اللہ کے لئے

خوشنودیٔ خدا ہو جہاں مطمحِ نظر
حرص و ہوا و آز کا کیا ہو وہاں گزر
کیا منفعت کا ذکر کہاں کا غمِ ضرر
پروا نہیں کہ زیر بھی ہو جائے گر زبر
ابھرے جو ذاتیات کی دیوار توڑ دے
ہو نفس اگر شریک تو تلوار توڑ دے

ممکن نہ تھا کہ چھوڑتا انصاف کی وہ راہ
ہر وقت ذمہ داریٔ منصب پہ تھی نگاہ
کس طرح کرتا نامۂ اعمال کو سیاہ
حق سے زیادہ لینا تھا اس کیلئے گناہ
دنیا کے ہر تعلق خاطر سے دور تھا
دیں کے معاملے میں انّی سے نفور تھا

پہلے بڑھے جو دعوتِ اسلام دیں نبیؐ
وہ معترض نہو جو ضرورت ہو جان کی
پیغام دیں کا لیکے پھرے وہ گلی گلی
ہو ابتلا کا وقت تو کام آئے بس وہی
لائے کہاں سے کوئی بدل بوتراب کا
آئینہ اس سے ماند رہا آفتاب کا

فتنہ کوئی اٹھے تو کرے اس کی روک تھام
قائمقام کی ہو ضرورت تو وہ امام
جنگی اسیر ہوں تو کرے ان کا انتظام
درپیش معرکہ ہو تو لیں سب اسی کا نام
بے نفس کوئی اس کے برابر نہیں ہوا
سارے جہاں میں ثانیٔ حیدر نہیں ہوا

شورش قریشِ مکہ نے کی جب خلافِ دیں
ہونے لگی جو خون میں تر کعبے کی زمیں
جب تمتما اٹھی شہ کونین کی جبیں
آخر چڑھائی شیرِ خدا نے بھی آستیں
جوہر کھلے وہ تیغِ شہِ نامدار کے
سر دشمنوں کے رکھ دیے اپنے اتار کے

پاکر اشارہ شاہِ اُمم کا وہ ڈٹ گیا
جو سورما بھی سامنے آیا وہ کٹ گیا
میدان ایک آن میں لاشوں سے پٹ گیا
نقشہ جدل کا چشم زدن میں پلٹ گیا
دنیا علی کے عزم و شجاعت پہ دنگ تھی
اسلام اور کفر کی یہ پہلی جنگ تھی

جوہر سپہ گری کے دکھائے احد میں جب
فی النار ہو کے رہ گئے کفّار سب کے سب
ضربِ علی تھی یا کوئی اللہ کا غضب
ہیبت سے کانپ کانپ اُٹھا خطۂ عرب
جو آیا اس کو خاک میں اس نے ملا دیا
سکّہ بہادری کا یہاں بھی بٹھا دیا

لہرائی کس نے پہلے پہل تیغِ آبدار
پیراہنِ یہود کیا کس نے تار تار
کس نے قلم کئے سرِ اعدائے نابکار
اپنے بدن پہ کس نے سہے دشمنوں کے وار
جس میں نہ ہو وہ، کون سا تھا حق کا معرکہ
ہمت سے کس کی سر ہوا خندق کا معرکہ

خیبر بنا تھا مرکزِ اشرارِ بد نہاد
مٹنے نہ پا رہا تھا کسی طرح سے فساد
مایوس ہو کے رہ گیا جس نے کیا جہاد
پنہاں نگاہ سے تھی ابھی منزلِ مراد
آخر بڑھا وہ لشکرِ کفار کی طرف
منہ سب کا اس نے موڑ دیا نار کی طرف

مرحب پکارا آئے اگر ہے کوئی دلیر
نکلا اِدھر سے نعرہ لگا کر خدا کا شیر
زور آزمائی میں نہ کی اک دوسرے نے دیر
لیکن اک آن میں ہوا مرحب زمیں پہ ڈھیر
مجبور اعتراف پہ سارا عرب ہوا
وہ جنگ کی کہ فاتحِ خیبر لقب ہوا

ہر دور میں تھے معتمد و معتبر علی
ہر شخص کے لئے ہوئے سینہ سپر علی
کیا ہوتے کامیاب نہ ہوتے اگر علی
ہر ابتلا میں کود پڑے بے خطر علی
جب وقت آیا ہاتھ میں تلوار تھام لی
گرتی جو دیکھی دین کی دیوار تھام لی

یوں تو تمام عمر رہے مرکزِ عوام
خدمات بے غرض رہیں پیشِ نظر مدام
شہرت کی کچھ ہوس نہ خیالِ نمود و نام
بے اقتدار و عہدہ و منصب تھے شاد کام

تخریب جب بھی ملتِ بیضا میں آ گئی
نبضِ علیل دستِ مسیحا میں آ گئی

حقدار ان سے بڑھ کے خلافت کا کون تھا
ان سے سوا نمونہ شرافت کا کون تھا
جو ایسا مستحق تھا نظامت کا کون تھا
ان کے علاوہ اہل قیادت کا کون تھا

ذرات کی پہاڑ سے ٹکر محال تھی
آتا مقابلے میں کوئی کیا مجال تھی

گو سب کو تھا خلافتِ حیدر پہ اتفاق
لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو تھے وجہِ افتراق
یہ فیصلہ تھا ان کے دلوں پر بہت ہی شاق
وہ چاہتے تھے دینِ متیں میں پڑے نفاق
جو اہلِ شر تھے رہتے بھلا کب علی کے ساتھ
البتہ اہلِ خیر رہے سب علی کے ساتھ

طوفاں مخالفت کا اٹھا ہر طرف سے جب
امت پہ دشمنوں نے جو کی یورشِ غضب
باتیں بنائی جانے لگیں جب عجب عجب
نورِ سحر پہ چھانے لگی تیرگیٔ شب
اپنے جو دشمنوں کے طرفدار ہو گئے
غم سے نڈھال حیدرِ کرار ہو گئے

آئے نہ راہِ راست پہ جب بانیانِ شر
ان پر ہوا نہ پند و نصیحت کا کچھ اثر
جب جاہ و مال و منصب و دولت پہ ہو نظر
نیکی کی بات کا ہو بھلا کیا وہاں گذر
یہ سوچ کر کہ آنچ نہ آجائے دین پر
غصّے سے پاؤں مارا علی نے زمین پر

فتنوں کے انسداد کی کوشش ہزار کی
تدبیر آشتی کی ہر اک اختیار کی
بے کار التجائیں گئیں بار بار کی
صورت بدل سکی نہ کوئی خلفشار کی
مجبور ہو کے کھینچ لی تلوار میان سے
ٹکرا گئے بہ فرطِ غضب آسمان سے

چمکی فضا میں شیرِ خدا کی جو ذوالفقار
کانپے کماندار تو تھرائے شہسوار
ممکن نہ تھا اجل کو بھی ملتی رہِ فرار
میدانِ حشر بن گیا میدانِ کارزار
برقِ غضب تھی، قہر تھی، نارِ جحیم تھی
بُرّش تھی تیغ کی کہ عذابِ الیم تھی
اتنی مہین دھار کہ باریک بال سے
پرواز اتنی تیز کہ بڑھ کر خیال سے
چاق اسقدر جواب دے پہلے سوال سے
ایسی حسیں کہ سمجھی نہ جائے مثال سے
اس کی دمک سے تابش خورشید ماند ہو
لہرائے جب فضا میں تو محجوب چاند ہو

ہو تشنگی تو خوں پئے دشمن کا بے قیاس
ہو اشتہا تو کاٹے سروں کو بلا ہراس
چلنے پہ آئے گر تو کرے سب کو بدحواس
ہو آرزوئے وصل تو پوری ہو دل کی آس

ممنون اس کی ہر طلب و جستجو ہوئی
نکلی اگر نیام سے تو سرخرو ہوئی

یہ شان یہ جلال یہ ہیجان یہ اثر
یہ دبدبہ یہ رعب یہ ہیبت یہ کروفر
اک تھرتھری سی چھائی ہے میدان جنگ پر
اوسان باختہ نظر آتے ہیں اہلِ شر

نکلی ہے کس کی فکر میں کس کی تلاش میں
لرزے میں آسماں ہے زمیں ارتعاش میں

بڑھتے تھے لیکے نامِ خدا حسبِ طرف علی
رکھ دیتے تھے الٹ کے وہیں صف کی صف علی

کس طرح بچتا جس کو بناتے ہدف علی
شمشیر زن تھے صاحبِ مجد و شرف علی

وہ کٹ گیا جو آیا بہادر ترنگ میں
کشتوں کے پشتے لگ گئے میدانِ جنگ میں

پہنچا جب اختتام پہ ہنگامۂ جدال
زور آزمائی کر کے مخالف ہوئے نڈھال

جب آگیا قرینے پہ جذبات کا ابال
ظاہر ہوئے جبینوں سے آثارِ انفعال

قلبِ خزیں سے گردِ کدورت کی صاف کی
مولا نے ہر خطائے مخالف معاف کی

ظالم ہے کسقدر ہوسِ اقتدار بھی
کرتی ہے یہ ذلیل بھی لوگوں کو خوار بھی
ہوتے ہیں بے وقار بڑے باوقار بھی
ملتے تھے ہاتھ روتے تھے یوں زار زار بھی
ناحق ہم آئے فاتحِ خیبر کے سامنے
کیا منہ دکھائیں جا کے پیمبر کے سامنے

اللہ کو دکھانا تھا کچھ اور انقلاب
باہر ابھی نہ آیا تھا گردش سے آفتاب
منڈلا رہا تھا سر پہ کسی کے ابھی عذاب
شاید کسی کی ہونے کو تھی عاقبت خراب
ہتھیار کھولے تھے ابھی عالیمقام نے
فتنوں کا باب کھول دیا اہلِ شام نے

اک سمت حرصِ جاہ تھی ترغیبِ مال تھی
اک سمت زہد و ورع تھے فکرِ مآل تھی
اک سمت بغض و نیتِ جنگ و جدال تھی
اک سمت رحم و کوششِ اصلاحِ حال تھی
لاکھوں اُدھر تھے اور اِدھر ایک بوتراب
تاریکیوں کی زد پہ تھا ملت کا آفتاب

جنگ اہلِ شام سے ہوئی جس وقت ناگزیر
آئے نہ باز جب کسی صورت سے وہ شریر
ناکام ہو کے رہ گئے سب امن کے سفیر
چلنے لگے چہار طرف سے جفا کے تیر
مولا علی نے حکم دیا اپنی فوج کو
ٹکرا دو دشمنوں سے ہلاکت کی موج کو

لڑنے کا نام سنکے ہوا سب کا رنگ زرد
کہتا تھا کوئی شل ہے بدن اور جگر میں درد
جذبات ہو گئے تھے کچھ اسطرح انکے سرد
بیٹھے تھے گھر میں چھپکے جو میدان کے تھے مرد
اپنوں کی بے رخی کا علی وار سہ گئے
غصّے سے دانت پیس کے چپ ہو کے رہ گئے
کچھ دن کے بعد پھر ہوئی پرسش سپاہ کی
ترغیب دی بہادروں کو رزمگاہ کی
چھوڑی نہ کوئی بات ثواب و گناہ کی
تدبیر کار گر نہ ہوئی انتباہ کی
فرمایا کیوں خموش ہو نیّت بخیر ہے
یا دشمنوں سے پیار ہے اور مجھ سے بیر ہے

بہرے ہو کیا کہ سنتے نہیں میری کوئی بات
وہ گوشِ ہوش اب ہے نہ وہ چشمِ التفات
وہ کیا ہوئیں تمہاری شجاعت کی سب صفات
یہ کس نے تم سے چھین لیا جوہرِ ثبات
عیشِ دو روزہ تج دو حیاتِ دوام پر
واللہ میں پکارتا ہوں حق کے نام پر

بھاتی بھلا یہ کیسے انہیں گفتگوئے پند
کس دل سے کرتے وعظ و نصیحت کو وہ پسند
بیکار تھے تمام سخن ہائے سودمند
دروازے ان پہ عقل و خرد کے ہوئے تھے بند
نیکی بدی کی نبھتی کہیں دیکھی آجتک
پتھر میں جونک لگتے نہیں دیکھی آجتک

ہوتا تھا کم نہ سلسلہ آزار و ظلم کا
جور و ستم کا سامنا اک اک قدم پہ تھا
حد سے زیادہ تیز تھا طوفانِ ابتلا
سیلابِ رنج و غم کی نہ تھی کوئی انتہا
ہر گوشۂ بساط پہ رقصاں تھی تیرگی
نورِ سحر سے دست و گریباں تھی تیرگی
اک جانِ مرتضیٰ تھی ہزاروں تھے رنج و غم
اک سمت خارجی تھے تو اک سمت ذی حشم
کسکو شکارِ تیغ کریں کسکو توپ دم
ہر اک دکھائی دیتا تھا آمادۂ ستم
دامن چھٹا نہ پھر بھی تو صبر و قرار کا
اللہ رے حوصلہ شہِ عالی وقار کا

تھی انتہا ستم کی نہ مکر و ریا کی حد
آقا کو کر رہے تھے وہ رسوا بہ شد و مد
کتنے عظیم تر ہوں وہ کتنے طویل قد
روشن ہوئے تھے دین کے اعدا کے خال و خد
حیرت تھی دشمنوں کو بھی گم سب کے ہوش تھے
بس ظلم پر بھی فاتحِ خیبر خموش تھے

روکے ہوئے تھے آپ تو سیلابِ غم اِدھر
اعدا نے بڑھ کے کر لیا قبضہ فرات پر
تیرِ ستم چلانے لگے تاک تاک کر
خاک اور خوں میں ملنے لگے لعل اور گہر
پیمانہ چھلکا صبر کا بیتاب ہو گئے
دیکھی جو پیاس ماہیِ بے آب ہو گئے

فرمایا بند کرتے ہو پانی بلا سبب
بیداد ایسی اتنا ستم اس قدر غضب
یہ ظلم بھی ہے خوب شقاوت بھی ہے عجب
اس فعل ناشنیدہ سے باز آ بھی جاؤ اب
دل میرا اس عناد سے بیحد ملول ہے
پانی پہ جنگ ہو یہ کہاں کا اصول ہے

کیسے بھلائیں اس الم انگیز باب کو
اس کا قلق تو حد سے سوا ہے شہاب کو
لڑکر تو زیر کر نہ سکے بوتراب کو
لے آئے درمیان خدا کی کتاب کو
مجبور ہو کے جنگ کی پوشاک اتار دی
بازی جو آپ جیت چکے تھے وہ ہار دی

اعدا کے دیکھ کر یہ بڑھے اور حوصلے
فتنے اٹھائے جانے لگے پھر نئے نئے
خواہش کسی کی تھی کہ ہٹیں آپ راہ سے
کہتا تھا کوئی نام ہی اسلام کا مٹے
قلابے مل رہے تھے زمین آسمان کے
لالے پڑے تھے حیدرِ صفدر کی جان کے

آثار صبح کے ابھی پیدا ہوئے نہ تھے
دیوار و در سے وقت کے سائے ڈھلے نہ تھے
تارے افق کی اوٹ میں جا کر چھپے نہ تھے
گیسو شبِ سیاہ کے اب تک گندھے نہ تھے
دیوِ ستم نے خنجرِ براں اٹھا لیا
قتلِ علی کے واسطے قرآں اٹھا لیا

اعدا تھے منتظر کہ سنیں صبح کی اذان
مصروف ہو نماز میں ملت کا پاسباں
دل میں جو اک فتور تھا چہرے سے تھا عیاں
آنکھوں میں بغض و کینہ کا طوفاں تھا نہاں
تھی فکر رخنہ ڈال دیں آقا کے دین میں
خنجر چھپا کے لائے تھے یہ آستین میں
ان کو لگن کہ فجر کا سجدہ کریں ادا
یہ فکر میں تھے پورا کریں دل کا مدعا
اقرار بندگی میں ادھر ان کا سر جھکا
تیغِ ستم شعار نے کام اس طرف کیا
ہونا نہ تھا جو حادثہ افسوس ہو گیا
چکرا کے آسمان زمیں بوس ہو گیا

باقی نہ زندگی کی رہی جب علی کو آس

پیاروں کو اپنے کی یہ وصیت بلا کے پاس

کھونا نہ ہوش رکھنا بجا ہر طرح حواس

دشمن پہ دوست کا نہ کبھی کرنا تم قیاس

ہر سو ہے ظلم و جور کا دفتر کھلا ہوا

اسلام کو مٹانے پہ ہے وہ تلا ہوا

بالیں پہ تھے حسین و حسن چپ کھڑے ہوئے

زینب تھیں بال کھولے ہوئے چشم تر کئے

مولا پہ جانکنی کا تھا عالم خموش تھے

یکلخت آنکھ کھولی کہا سب کو دیکھ کے

نانا کے دیں کے تم ہو محافظ جہان میں

لو چھوڑتے ہیں تم کو خدا کی امان میں

نبضیں چھٹیں یہ کہکے لبوں پر دم آگیا
مٹکا ڈھلا چراغ بجھا بزمِ زیست کا
روئے حسین دامنِ صبر و سکوں چھٹا
زینب پکاریں ہائے یہ بابا کو کیا ہوا
کیا سو گئے ہیں آنکھیں بھی اب کھولتے نہیں
ہم سے خفا نہیں ہیں تو کیوں بولتے نہیں

مولا بتا ہے تیری اطاعت کا یہ صلہ
ملتا ہے کیا نبی کی حمایت کا یہ صلہ
خدمت گذار پاتے ہیں خدمت کا یہ صلہ
شیرِ خدا اور ان کی شجاعت کا یہ صلہ
چھینٹے لہو کے قصے کا عنوان ہو گئے
حامی تھے دیں کے دین پہ قربان ہو گئے

اے قلب دے صدا کہ یہ ماتم علی کا ہے
اے چشم خوں بہا کہ یہ ماتم علی کا ہے
اے مہر حشر ڈھا کہ یہ ماتم علی کا ہے
اے چاند ڈوب جا کہ یہ ماتم علی کا ہے
نالہ بلب ہے خامہ سیہ پوش اب ہے سیف
مولا علی کو قتل کیا جائے حیف حیف

روئیں گے آسمان بھی سر پر اٹھائیں گے
نوچیں گے بال قیس کی صورت بنائیں گے
جائیں گے اپنی جان سے جی کو گنوائیں گے
جب تک جئیں گے سوگ علی کا منائیں گے
قابو نہیں ہے آہ پہ ضبطِ فغاں نہیں
موجود جب علی ہی نہیں ہیں تو جاں نہیں

انسانیت تو سر بگریباں ہے آج بھی
خونِ وفا کا رنگ نمایاں ہے آج بھی
ہر دل خیالِ ظلم سے لرزاں ہے آج بھی
طوفاں کی زد پہ کشتیِ ایماں ہے آج بھی
شکل ہے وقت کیوں نہ کہوں یا علیؑ مدد
رِ الم سے سر ہے نگوں یا علیؑ مدد

دل دولت و ثروت سے غنی ہو جائے
بیگانۂ دنیائے دنی ہو جائے
مل جائے غمِ ہر دو جہاں سے فرصت
ہر شخص اگر پنجتنی ہو جائے

شهادت

○ امام حسین علیه السلام

ہو شکر کس زبان سے ربِ ودود کا
مختص اسی کا در ہے جہاں میں سجود کا
ہے اختیار اسی کو یہاں ہست و بود کا
اور انحصار اسی پہ بہارِ وجود کا
اس کا شریک کار کوئی دوسرا نہیں
جز اس کے کوئی لائقِ حمد و ثنا نہیں

دامن مرا خدا نے مرادوں سے بھر دیا
عرفانِ حق دیا مجھے ذوقِ نظر دیا
ہر خیر و شر سے واقف و آگاہ کر دیا
دل میں گداز و سوز زباں میں اثر دیا
سرشارِ عشقِ آلِ نبی کر دیا مجھے
اک ذرۂ خفی تھا جلی کر دیا مجھے

آئینہ دارِ حسنِ بیاں ایک ایک لفظ
حسن آفرین و نور فشاں ایک ایک لفظ
ہے ترجمانِ دردِ نہاں ایک ایک لفظ
مفہوم کا وسیع جہاں، ایک ایک لفظ
ہر لفظ دائرے میں ہے ذوقِ جمال کے
کوزے میں بند کر دیئے دریا خیال کے

حسنِ خیال بھی ہے حسیں ہے بیان بھی
لفظوں میں کرّ و فر بھی ہے اور آن بان بھی
غم کے معاملات کی اونچی ہے شان بھی
ہے ترجمانِ قلب سخن کی زبان بھی
ذکرِ جمیل وجہِ جمالِ سخن ہے آج
فکرِ بلیغ روحِ بہارِ چمن ہے آج

یہ کون خیمہ زن ہے سرِ دشتِ بے گیاہ

یہ کون کر رہا ہے یہاں وردِ لاالٰہ

معمور کس کے حسن سے ہے دامنِ نگاہ

کس پر نثار ہونے کو آئے ہیں مہر و ماہ

کس نورِ سرمدی کا زمیں پر ظہور ہے

برقِ تجلّیات سے دل رشکِ طور ہے

قرآں کا وصف روئے منوّر لئے ہوئے

ایماں کا حسن زلفِ معنبر لئے ہوئے

آنکھیں شرابِ نور کے ساغر لئے ہوئے

صورت تمام عکسِ پیمبر لئے ہوئے

فرقِ نیاز خم ہو برائے سجود بھی

آئے جو لب پہ نام تو آئے درود بھی

گفتار جس کی قلب کو تسکیں کرے عطا
جس کی نظر سے منقلب انداز زیست کا
محبوبیت کی شان لئے جس کی ہر ادا
ایماں ہو تازہ جس کی زیارت سے مدعا
زلفیں رخ صبیح سے جب ہمکنار ہوں
مرکوز ایک نقطہ پہ لیل و نہار ہوں

دیکھے جدھر کرشمۂ قدرت کا ہو ظہور
پائیں شعور ایک اشارے میں بے شعور
گر لب ہلیں تو گوش بر آواز ہوں طیور
ظاہر ہو رخ تو کفر کی تاریکیاں ہوں دور
اٹھیں قدم جو خلق کی تعلیم کے لئے
جھک جائے آسمان بھی تعظیم کے لئے

شاہنشہِ زمین و زماں شاہِ انس و جاں

زیبائش و بہارِ گلستانِ دو جہاں

ایماں کی موج ہر رگ و پے میں رواں دواں

اسلام کا محافظ و حامی و پاسباں

دیں کی سپر ہے دیں کی اماں دیں پناہ ہے

یعنی بنائے فلسفۂ لا الہ ہے

ایثار پیشہ خوگرِ غم درد آشنا

با عزم با تدبیر و با فکر و با خدا

با شرم و با مروت و با انس و با وفا

حق کوش و حق پسند و حق آگاہ و حق سرا

رنگِ علی بھی اس میں ہے رنگِ بتول بھی

ہے ختم اس پہ رونقِ باغِ رسول بھی

صورت وہی جمال وہی دلبری وہی

سیرت وہی مقام وہی سروری وہی

عظمت وہی کمال وہی برتری وہی

قوت وہی جلال وہی رہبری وہی

احمد، علی، حسین کہو بات ایک ہے

شکلیں الگ الگ ھیں مگر ذات ایک ہے

لختِ دل علی و جگر گوشۂ بتول رضؓ

راحت فزائے جان و سکونِ دلِ رسول صلعم

ارمان و حسرت و طلبِ ہر دلِ ملول

وجہِ بہار و تازگیٔ گلشنِ اصول

قبضے میں دو جہان کا ہر اختیار ہے

یہ شانِ ناز دوشِ نبی پر سوار ہے

ایثار طبع۔ صابر و درویش و نیک خو
خوش خلق منکسر متواضع و صلح جو
سنجیدہ لہجہ نیچی نظر نرم گفتگو
خوش وضع خوش خصال و خوش اندام خوبرو
قدسی نفس ہے اور فرشتہ سرشت ہے
روح روانِ خُلد و بہارِ بہشت ہے

ثابت قدم بلند نظر مستقل مزاج
بیگانۂ ستائش و مستغنی خراج
منصب کی آرزو نہ وجاہت کی احتیاج
ہر طرح بے نیازِ تمنائے تخت و تاج
دیں کے علاوہ بات کوئی ملتے نہیں
دنیا کے بادشاہوں کو گردانتے نہیں

منظور ہو جو حق کی حمایت کا اہتمام
وسواس آئے دل میں نہ آئے خیالِ خام
چھائے ہزار بار سرا سیمگیٔ شام
بدلیں ارادہ اور نہ ہٹیں پیچھے ایک گام

ذرّے کی تاب کیا مرِ کامل کے سامنے
شمشیرِ بے نیام ہیں باطل کے سامنے

شیرِ خدا ہیں خوف کا دل میں گذر نہیں
طوفان آئے آندھی چلے کچھ اثر نہیں
وسواس و وہم دل میں نہیں کچھ خطر نہیں
دنیائے دوں پہ اہلِ ورع کی نظر نہیں

آگاہِ رمز و سِرّ حیات و ممات ہیں
یہ عزم کی چٹان ہیں کوہِ ثبات ہیں

نکلے ہیں دین کیلئے گھر بار چھوڑ کر
ماحولِ راحت و طرب آثار چھوڑ کر
دشوار راہ لی رہِ ہموار چھوڑ کر
دشتِ محن میں آئے ہیں گلزار چھوڑ کر
صدمے سہیں گے اپنے لہو میں نہائیں گے
لیکن بہار، باغِ شریعت میں لائیں گے

سرکش ہوئے ہیں فتنے اٹھائے ہیں شر نے سر
صبحِ حرم پہ چھائی ہے شامِ کنشت و دیر
یہ کیا ستم ہے کیسی عداوت ہے کیسا بیر
کیوں ہو رہے ہیں موردِ آفات اہلِ خیر
ہوتا ہے غرق کون مصیبت میں دیکھنا
اس ظلم کا نتیجہ قیامت میں دیکھنا

باطل کی فوج سامنے صف بستہ ہے کھڑی

پیدل بھی بے شمار ہزاروں سوار بھی

ٹاپوں سے ہل رہی ہیں طنابیں زمین کی

سونتے ہوئے ہے ہاتھ میں تلوار ہر شقی

جس کو بھی دیکھو بادۂ نخوت سے چور ہے

رقصاں ہر ایک چہرے پر موجِ غرور ہے

اس سمت ٹڈی دل کیطرح فوجِ ملکِ شام

اس سمت چند لوگ دل آرا و خوش خرام

سامانِ جنگ انکی طرف نِک سے سُک تمام

تقویٰ و زہد انکی طرف اور خدا کا نام

کثرت اُدھر خلوص اِدھر اتّحاد اِدھر

دولت اُدھر سخاوت و مہر و وفا اِدھر

کہتے ہیں وہ لعیں کہ کرو بیعتِ یزید
ورنہ کریں گے تیغِ ستم سے ابھی شہید
لہجہ بھی تند و تلخ تقاضا بھی ہے شدید
سمجھے ہوئے ہیں فتح و ظفر کی اسے کلید
وہ فکر میں ہیں سر کریں حاصل امام کا
ہے اس طرف خیال حیاتِ دوام کا

با ایں ہمہ کہ پست نہیں ان کا حوصلہ
نیت ہے جنگ کی نہ ہے عزمِ مجادلہ
لشکر ہے کوئی ساتھ نہ ہمراہ اسلحہ
اہل و عیال کل ہے یہ چھوٹا سا قافلہ
یہ طرز جنگ کا ہے نہ اطوار جنگ کے
ظاہر کسی طرح نہیں آثار جنگ کے

گو مختصر تھا قافلۂ ابنِ بو تراب
نو عمر و نوجواں ہی نہ تھے انکے ہم رکاب
سیدانیاں بھی ساتھ تھیں رخ بستۂ نقاب
بچے تھے جن کی گود میں صد رشکِ آفتاب
یہ کاروانِ نور اندھیروں میں گھِر گیا
سرمایہ دار امن لٹیروں میں گھِر گیا
آمادہ اہلِ شام ہوئے ظلم و جور پر
جنگ و جدال کے لئے آمادہ تھے نڈر
لہرا رہے تھے تیغیں فضا میں وہ پیشہ ور
بڑھتے ہی جا رہے تھے برابر فساد و شر
صمصامِ حیدری ابھی زیرِ نیام تھی
باطل کی عاقبت پہ نگاہِ امام تھی

چھالے پڑے تھے پاؤں میں کانٹے زبان میں
باقی سکت بدن میں نہ طاقت تھی جان میں
آوازِ العطش چلی آتی تھی کان میں
یہ وہ ستم تھا جو نہ تھا وہم وگمان میں
دھارا فروغِ زیست کا موجِ فنا میں تھا
پیغمبرِ سکوں رہِ کرب و بلا میں تھا
مرنے کی فکر اور نہ ظلم و ستم کی فکر
دنیا کی فکر اور نہ ملکِ عدم کی فکر
راحت کی اور نہ دولت وجاہ وحشم کی فکر
تھی فکر اگر تو آپ کو اپنے "حرم" کی فکر
پہنچے کہیں گزند نہ ان آبگینوں کو
رہ رہ کے دیکھتے تھے وہ پردہ نشینوں کو

آئے نظر جو حضرتِ والا اداس اداس
پھیلا تمام خیمے میں اک عالمِ ہراس
برجا کسی کے ہوش نہ باقی رہے حواس
آخر کیا یہ حضرتِ زینب نے التماس
تکلیف پیش آئی ہے کیا بھائی آپ کو
جنگل کی کیا ہوا نہیں راس آئی آپ کو

یہ اضطراب دیکھ کے بولے شہِ امم
تکلیف ہے کوئی نہ کسی طرح کا ہے غم
تیار ہوں میں سہنے کو ہر ظلم ہر ستم
البتہ اس خیال سے گھٹتا ہے میرا دم
برداشت کر سکو گی غمِ ناشنید کو
میں جانتا ہوں طینتِ فوجِ یزید کو

یہ کہہ کے پھر سوال کیا بہرِ امتحاں
اٹکی ہوئی ہے میری تو بس ایک تم میں جاں
ہوگا تمہارا کون مرے بعد پاسباں
حائل یہی ہے فرض و محبت کے درمیاں

تم تاب لا سکو گی نہ ظلم شدید کی
مجھ سے نہ ہو سکے گی اطاعت یزید کی

تھی دلگداز گفتگوئے شاہِ انس و جاں
باوصفِ ضبط آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
سوزِ الم سے اٹھنے لگا قلب سے دھواں
آثار کرب چہرے سے ہونے لگے عیاں

فرصت دی ایک لمحے کی جب غم کی دھول نے
چادر الٹ دی غصّے سے بنتِ بتول نے

آیا لہو میں جوش پڑے تیوری پہ بل
تصویرِ درد، بن گئی سر تا قدم عمل
منہ شرم سے چھپانے لگی خود بخود اجل
جنبش میں آئے ہاتھ سمجھتے تھے جنکو شل
بولیں تڑپ کے گریہ کسی کو جنون ہے
یہ جان لیں کہ ہم میں بھی حیدر کا خون ہے

جاں راہِ حق میں دینا شہادت ہے یا امام
سہنا غم و الم کا سعادت ہے یا امام
ملت کا درد دردِ حقیقت ہے یا امام
اللہ رنج دے تو وہ راحت ہے یا امام
مٹ جائیں راہِ حق میں اگر ہم تو غم نہیں
ہاشم کے گھر کی لڑکیاں ہمت میں کم نہیں

گھِر جائیں آفتوں میں کہ بن جائے جان پر
شکوہ کبھی نہ لائیں گے اپنی زبان پر
آنے نہ دیں گے حرف بھی نانا کی آن پر
ہم کٹ مریں گے ملتِ بیضا کی شان پر
گردن یہ پیشِ شمر جھکائی نہ جائیگی
آوازِ حق کسی سے دبائی نہ جائیگی

بھائی، بہن تھے ایک طرف محوِ گفتگو
تھی شرم سے خموش اُدھر اک ذاتِ نیک خو
جس کو سمجھئے شاہِ دو عالم کی آبرو
اظہارِ واقعی کی اُسے بھی تھی جستجو
مولا نے جب اُدھر نگہِ التفات کی
آنکھوں سے جاری ہو گئی ندی فرات کی

نظریں جھکائے شرم سے بولی وہ باوفا
مجھکو مجالِ جرأتِ اظہارِ رائے کیا
مرضی ہو جو حضور کی جیسا ہو مدعا
سر آنکھوں پر رکھوں گی میں ہر حکم آپ کا
تن آپ کا سر آپ کا اور جاں ہے آپ کی
یہ خاکسار تابعِ فرماں ہے آپ کی

زینب سا فخر تو مجھے حاصل نہیں حضور
قدموں میں آپ کے ہوں یہ قدرت کا ہے ظہور
اپنے نسب پہ مجھکو ذرا بھی نہیں غرور
لونڈی ہوں آپ کی یہ مجھے فخر ہے ضرور
یہ کیا ہے کم، شریک غموں کے سفر میں ہوں
بیٹی ہوں شاہ کی میں شہنشہ کے گھر میں ہوں

ثابت کروں گی خود کو سزاوارِ اعتماد
صبر و سکوں سے دیکھو نگی کرتے ہوئے جہاد
جائیں گے میرے بیٹے جو لڑنے تو ہونگی شاد
گھر کو لٹا کے بھر لوں گی میں دامن مراد
نوچوں گی بال اور نہ آہیں بھروں گی میں
ہر ہر قدم پہ شکر کے سجدے کرونگی میں

گھوڑے پر آپ بیٹھیں پکڑتی ہوں میں رکاب
میدان میں چلوں گی میں ڈالے ہوئے نقاب
ہو گی کبھی نہ زیورِ عصمت کی ماند آب
رسوا نہ ہونے دوں گی میں ناموسِ آنجناب
ناقے کی آرزو ہے نہ محمل کی آرزو
قربان آپ پر ہوں یہ ہے دل کی آرزو

دشمن زمیں ہو اب کہ مخالف ہو آسماں
ٹوٹیں ہماری جان پہ کتنی ہی سختیاں
ممکن نہیں کہ مانگیں کسی غیر سے اماں
اللہ ہے ہمارا نگہبان و پاسباں
بھوکے نہیں ہیں منصب و ثروت کے مال کے
گر حکم ہو تو رکھ دیں کلیجہ نکال کے
بانو کی گفتگو میں تھی نرمی بجائے قہر
شاہِ زمن کے چہرے پہ آئی خوشی کی لہر
کافور یوں ہوا غم و رنج و محن کا زہر
ہو جائے جیسے اپنے موافق فضائے دہر
پہنچا پیامِ زیست دلِ بے قرار کو
فرطِ طرب سے چوم ذوالفقار کو

سامانِ جنگ ہونے لگا دھوم دھام سے
اشرار نے نکال لیں تیغیں نیام سے
کون اذن خواہِ جنگ نہ تھا ذوالکرام سے
بے چین لڑنے کو تھے سبھی اہلِ شام سے
شادی کا سا سماں تھا عجب آن بان تھی
ذرّے تھے آفتاب زمیں آسمان تھی

آنے لگی قریب جو آوازِ طبلِ جنگ
جذبات گرم کا ہوا کچھ اور تیز رنگ
اللہ رے انبساطِ جوانانِ شوخ و شنگ
جوشِ مبارزت سے تھرکتا تھا انگ انگ
وہ نشۂ جہاد وہ جوش و خروش تھا
ہر فردِ خاندانِ نبی جانفروش تھا

سکتے میں آ گئے وہ قیامت کا رن پڑا
قدموں میں سرکشوں نے سروں کو جھکا دیا
جو بھی سوار آگے بڑھا اوندھے منہ گرا
ایک ایک پیل تن کا جدا تن سے سر ہوا
ہنستے ہوئے شگوفوں کو کونپل نے مات دی
گھوڑے کو رخ نے فیل کو پیدل نے مات دی

جوہر سپہ گری کے عدو کو دکھا دیئے
سکے بہادری کے دلوں پر بٹھا دیئے
قدموں سے اپنے تختے زمیں کے ہلا دیئے
ایسے لڑے کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے
قائم تھی پھر بھی فوجِ امام اپنی آن پر
ہل من مبارز کی صدا تھی زبان پر

آثار جب شکست کے آنے لگے نظر
تدبیر فتح ہو نہ سکی کوئی کارگر
زور آزما دکھائی دیئے سب شکستہ پر
دشمن نے دی دہائی کہا ان کو دیکھ کر

جنات ہیں پہاڑ ہیں یا برق و باد ہیں
انساں کسی طرح نہیں یہ دیوزاد ہیں

اب اس طرح لڑیں کہ کریں ان کو زیر ہم
بہتر ہے ہر طرف سے کریں یورش ستم
اک ساتھ ساری فوج کے آگے بڑھیں قدم
بازو کرے جدا کوئی سر کو کرے قلم

حملہ وہ زور کا ہو سنبھلنے نہ پائیں یہ
نرغے میں ایسا لیں کہ نکلنے نہ پائیں یہ

اس زور شور پر بھی رہے یہ ڈٹے ہوئے

میداں سے پاؤں تھے نہ کسی کے ہٹے ہوئے

سینے چھدے ہوئے کہیں بازو کٹے ہوئے

تھا جسم تار تار کلیجے پھٹے ہوئے

گردن ڈھلک کے رہ گئی پھر بھی چلائے ہاتھ

لڑتے رہے سکت نے دیا جب تک ان کا ساتھ

عباسِ تشنہ کام نے جاں دی سرِ فرات

قاسم نے نذر کر دیا سرمایۂ حیات

اکبر کی صبحِ زیست پہ چھائی اندھیری رات

پیچھے رہی نہ اصغرِ معصوم کی بھی ذات

وہ گل ہوئے نہال ہوئے گلبدن ہوئے

القصہ سب فدائے امامِ زمن ہوئے

لاشے پڑے تھے سامنے صحرا تھا لالہ گوں
حدِ نگاہ تک نظر آتا تھا خوں ہی خوں
ماحول پر تھا چھایا ہوا موت کا فسوں
حیران ہو کے دیکھتا تھا چرخِ بے ستوں
جس وقت سوئے گنجِ شہیداں نظر گئی
سیدانیوں کے دل پہ قیامت گذر گئی
مشکل تھا ضبط مرحلۂ صبر سخت تھا
دل داغ داغ اور جگر لخت لخت تھا
ہر شاخ سر بریدہ قلم ہر درخت تھا
زد پر خزاں کی گلشنِ زہرا کا بخت تھا
دل کو سنبھالا آہ کے شعلے نکل پڑے
روکی جو آہ آنکھوں سے چشمے ابل پڑے

ہاتھوں سے دل کو تھامے کھڑے تھے شہِ زمن
لاشے پڑے تھے سامنے بے گور و بے کفن
تھے تر بتر لہو میں گل و لالہ و سمن
بایں ہمہ لبوں پہ جو آیا تو یہ سخن

خوش ہوں کہ حقِ حفاظتِ دیں کا ادا ہوا
ہر قطرہ ان کے خوں کا قبولِ خدا ہوا

خوں میں نہائے جان و جگر دیکھتے رہے
مٹی میں ملتے لعل و گہر دیکھتے رہے
کٹتے ہوئے شجر کے شجر دیکھتے رہے
ظلمِ یزید و شمر کے شر دیکھتے رہے

ہر رنج ہر ملال کو ردِ نظر کیا
منظور امتحانِ قضا و قدر کیا

شکرِ خدا ابھی تھا لبِ تشنہ کام پر
چڑھ آئی فوجِ شمر جنابِ امام پر
دیوانگی تھی چھائی ہوئی اہلِ شام پر
نظریں جمی ہوئی تھیں سرِ ذوالکرام پر
خوشنودیٔ یزید تھی پیشِ نظر وہاں
فکرِ متاعِ دینِ متیں سر بسر یہاں

پہنچے قریبِ لشکرِ اعدا امامِ دیں
فرمایا لال کرتے ہو کیوں خون سے زمیں
کیا کدہے مجھ سے کس لئے اتنے ہو خشمگیں
آقا پہ کوئی کرتا ہے یہ ظلم بھی کہیں
خواہش ہے کوئی اور نہ کچھ احتیاج ہے
پیشِ نگاہ دینِ محمد کی لاج ہے

بیٹا ہوں میں علی کا نواسہ نبی کا ہوں
زہرا کا لال ہوں میں چہیتا نبی کا ہوں
دلبر نبی کا ہوں میں دل آرا نبی کا ہوں
آنکھوں کا ہوں قرار اجالا نبی کا ہوں

ہمراہ لے کے جاؤ گے دنیا کو حشر میں
کیا منہ دکھاؤ گے مرے نانا کو حشر میں

شکوہ نہ لب پہ لائے کیا تم نے جو ستم
ترسایا آب و دانہ کو یہ بھی کیا نہ غم
اس ظلم کو بھی چاہو تو کر دیں معاف ہم
ناحق ہمارے بچوں کا سر کر دیا قلم

لے آؤ راہِ حق پہ جو پائے خیال کو
کر دیں گے دفن سینے میں ہم ہر ملال کو

اس پند و وعظ کا نہ ہوا ان پہ کچھ اثر
انعام اور ترقی و دولت پہ تھی نظر
کیا ہوتی پتھروں پہ کوئی جونک کارگر
وہ تو تلے ہوئے تھے قتال و جدال پر

شاہِ امم نے جنگ کی حجت تمام کی
بادل کی طرح ٹوٹ پڑی فوج شام کی

تپتا ہوا غبار تھا یا بارشِ شرر
چنگاریوں کا فرش بگولوں کی رہگذر
لو دے رہا تھا دھوپ سے ہر دامنِ نظر
گرمی سے جل رہے تھے تخیّل کے بال و پر

سورج سے تمتما کے زمیں لال ہو گئی
ریگِ رواں جہنمِ سیّال ہو گئی

ہر چند تھے تشددِ اعدا کا وہ شکار
ان کی کمان میں تھا اجل کا بھی راہوار
مجبوریوں میں بھی انہیں حاصل تھا اقتدار
تھے مظہرِ مشیّت و منشائے کردگار

چاہا تھا جو خدا نے وہی چاہتے تھے وہ
ہر حال میں اسی کی خوشی چاہتے تھے وہ

وہ چاہتے اگر تو الٹتی صفِ حیات
تھا دسترس میں حشر تو مٹھی میں کائنات
پہنچا تا آب شاہ کو خود ساحلِ فرات
تھی آپ کی صفات میں پنہاں خدا کی ذات

اللہ اور رسول جدھر تھے ادھر حسین
تھے واقفِ رموزِ قضا و قدر حسین

گل جیسے ہوں گرفتِ خزاں و بہار میں

جس طرح چاندنی ہو قمر کے حصار میں

رکھتی ہے جیسے نشہ کو مے اختیار میں

ہوں راستے چھپے ہوئے جیسے غبار میں

اللہ رے اقتدار شہِ تشنہ کام کا

ہر ذرہ مقتدی تھا جنابِ امام کا

عالم عجب تھا اسپِ اطاعت شعار کا

پتلا تھا برق کا کہ ہیولیٰ شرار کا

شہ نے کیا ارادہ جو اعدا پہ وار کا

اس نے بھی بڑھ کے ساتھ دیا ذوالفقار کا

اشرار کی طرف وہ چلا تیر کی طرح

جو بھی قدم اٹھایا وہ شمشیر کی طرح

سامانِ احتشام سے یکسر سجا ہوا
سانچے میں اضطراب ہوا کے ڈھلا ہوا
خوں کے بجائے جوشِ حمیّت بھرا ہوا
اک اک رواں بدن کا تھا نیزہ بنا ہوا
برقِ تپاں کی لہر جلالِ خدا کی رو
میدان میں قدم بقدم تھی قضا کی رو

لہرا رہی تھی ہاتھ میں یوں تیغ آبدار
ہوتے ہیں مست دیکھ کے مے جیسے بادہ خوار
چھائی تھی اسطرح سرِ میدانِ کارزار
حاصل ہو جیسے برق کو خرمن پہ اقتدار
نشہ شرابِ تند کا ایسا سوار تھا
اعدا کا خون گرم ہی جس کا اتار تھا

وہ تیغ تیز جس کی روانی تھی بے پناہ
وہ کاٹ وہ لپک کہ صفیں کی صفیں تباہ
گرم ایسی جیسے قہرِ الٰہی کی ہو نگاہ
وہ دھار جو عدو کو دکھائے اجل کی راہ
دستِ اجل سے رشتہ لعینوں کا جوڑ دے
پانی کی لہر جیسے ہواؤں کو توڑ دے

خوش فتح سے تھے اور نہ ہراساں تھے مات سے
آگاہ تھے وہ جنگ کے سب مضمرات سے
لو ان کی تھی لگی ہوئی اللہ کی ذات سے
وہ متصف تھے صبر و رضا کی صفات سے
تقدیر کے لکھے کو بدلتے وہ کس لئے
آفات کے بھنور سے نکلتے وہ کس لئے

خود کو سپردِ گردشِ حالات کر دیا
ہستی کو وقفِ مرگِ مفاجات کر دیا
اپنی طرف تلاطمِ آفات کر دیا
بند اپنے آپ بابِ کرامات کر دیا
نذرِ رہِ خدا کیا سر کو حسین نے
خارج لغت سے کر دیا ڈر کو حسین نے

لیتے تھے لطفِ زیست کا تیروں کی چھاؤں میں
کیف و نشاط پاتے تھے دف کی صداؤں میں
حاصل سکوں تھا دل کو ستم کی اداؤں میں
مبہوت تھے وہ تیغ و تبر کی ضیاؤں میں
ان کی نگاہ میں تھی سناں تاجِ زندگی
وہ موت کو سمجھتے تھے معراجِ زندگی

جو تیر آیا سینے سے اُس کو لگا لیا
تیغوں کو مار اپنے گلے کا بنا لیا
سر پر خوشی سے ظلم کا ہر بوجھ اٹھا لیا
حملوں سے اشقیا کے نظر کو بچا لیا

مسرور ہو کے سرِ تہِ تیغِ جفا گیا
دنیا کو آشنائے رموزِ وفا کیا

اللہ رے شوقِ طاعتِ احکامِ کردگار
ساعت تھی ظہر کی کہ ہوئے آپ بیقرار
کیسے نماز کرتے قضا شاہِ نامدار
سجدہ ادا کیا سرِ میدانِ کارزار

تصویرِ عزم پیکرِ علم و یقیں حسین
تھے وجہِ استقامتِ دینِ متیں حسین

اسلام کے چمن کو عطا کس نے کی نمو
کس نے لنڈھائے بادۂ توحید کے سبو
چاکِ قبائے دیں ہوا کس کے سبب رفو
کس نے دہانِ زخم سے کی حق کی گفتگو
آئینہ دار کون ہے اور ان صفات کا
خود کو مٹا کے مژدہ دیا ہے حیات کا

کیا کیا ہوئے نہ درپئے آزار فتنہ گر
رستے میں کیسے کیسے ملے موڑ پُر خطر
باطل کی قوتوں نے اٹھایا ہزار سر
حملہ شبِ یزید نے کیا صبحِ زیست پر
خنجر نصیبِ قلب کہ زیبِ گلو رہے
ہر طرح کامیاب رہے سرخرو رہے

سجدے میں تھے جھکے ہوئے شاہنشہِ زمن
بیگانۂ تصور اعدائے پُر فتن
نظارۂ جمالِ خداوند میں مگن
دل میں حصولِ جامِ مئے وصل کی چبھن
کیا کہئے جذب و کیفِ جنابِ امام کے
ذرّوں پہ نقش ثبت کئے رہیں دوام کے

تھے سجدہ ریز بارگہِ رب میں شاہِ دیں
اچھلے خوشی سے دیکھکے اس حال میں لعیں
خنجر گھما کے شمر گیا آپ کے قریں
پھر کیا ہوا نہ پوچھو کہ تابِ سخن نہیں
ہر گوشۂ بساط تباہی میں آگیا
سورج گہن میں چاند سیاہی میں آگیا

"موج نور"

نتیجۂ فکر جناب ہاشم رضا

یہ "موج نور" مبارک ہو پاک بینوں کو
یہ "موج نور" منور کرے جبینوں کو

یہ صرف شعر نہیں معرفت کے ساغر ہیں
جو چاہے آئے بھرے دل کے آبگینوں کو

وہ آسمان بنیں نعت و منقبت کے طفیل
شہاب ڈھونڈ کے لائے ہیں جن زمینوں کو

مدینے ، مکے ، نجف ، کربلا کی باتیں ہیں
کہ جن کی خاک ہے سرمہ مآل بینوں کو

نبی و آل نبی کی ثنا کا خرمن ہے
صلائے عام ہے ، مژدہ ہو ، خوشہ چینوں کو

مطبوعہ : مکتبۂ جدید پریس لاہور